



ماہنامہ محدث لاہور

شمار نمبر: 14 --- جلد نمبر 2 --- شمارہ نمبر 3 --- مارچ 1972ء --- محرم الحرام 1391ھ

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبد الرحمن مدنی مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے۔ جس کا نام محدث

تھا کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور

حافظ عبد الرحمن مدنی نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ 1970ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے، واللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحب علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور

محدثانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: 20 روپے زیر سالانہ: 200 روپے بیرون ملک: 20 ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ 200 روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث، 99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔ فون نمبر: 35866476 / 3586639 - 042

موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.mohaddis.com www.kitabosunnat.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب قوم کیلئے زہر ہلا بل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم امت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

علوم جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علوم اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دُقیانوس بتانا امت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے!

لیکن دین اسلام پر غیر مذہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جد اہودین سیاست سے تورہ جاتی ہے چنگیزی۔

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ
مہرِ مہر

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ! کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

- 4..... محرم الحرام
- 6..... ماہِ محرم کی شرعی اور تاریخی حیثیت
- 14..... اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصَّيْنِ کی تحقیق
- 16..... حضرت خواجہ حافظ شیرازیؒ کا ناصحانہ کلام
- 25..... اے خدا بخش دے ہم گنہگار ہیں
- 27..... سماع۔ امام نابلسیؒ کا نقطہ نظر
- 30..... غم
- 31..... قرآن مجید کا پہلا نو مسلم انگریز مترجم
- 35..... خدا پر کامل اعتقاد رکھیے۔ علماء کرام کے خلاف سازش
- 37..... تعارف و تبصرہ کتب

فکر و نظر محرم الحرام

یوم عاشورہ:

اس مہینہ میں یوم عاشورہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔ بخاری و مسلم میں ابن عباس کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اس دن کے علاوہ کسی دوسرے دن کو افضل کر کبھی روزہ نفل نہیں رکھا اور ماہ رمضان کے علاوہ کبھی پورے مہینہ بھر روزے نہیں رکھے۔ بخاری و مسلم ہی کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ عاشورہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو فرمایا کہ ”آج کا روزہ رکھنا کسی کے لئے ضروری نہیں۔ میں آج روزے سے ہوں۔ جو شخص چاہتا ہے، روزہ رکھے اور اگر روزہ نہ رکھا جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں۔“ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل جاہلیت اس دن روزہ رکھتے تھے۔ فرضیت رمضان سے قبل مسلمان بھی روزہ رکھتے رہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس دن کا روزہ رکھا۔ پھر فرمایا کہ ”ایام اللہ میں سے یہ بھی ایک عام دن ہے۔ جو کوئی اس دن روزہ رکھنا چاہے رکھ سکتا ہے۔“ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”عاشورہ کے دن کا روزہ سال گزشتہ کا کفارہ ہوتا ہے۔“

ایک نہیں دو (۲) روزے:

صحیح مسلم میں یہ بھی ذکر ہے کہ جب نبی ﷺ نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھا تو لوگوں نے بیان کیا کہ یہود و نصاریٰ بھی اس دن کی تعظیم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ ”آئندہ سال ہم دہم محرم کے ساتھ نہم محرم کا بھی روزہ رکھیں گے۔“ ایک اور روایت میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”یہود دہم محرم کا روزہ رکھتے ہیں تو ان کی مخالفت کو اور اس کے ساتھ نہم تارخ کا بھی روزہ رکھو۔“

ماتم۔ بدعتِ مکفرہ:

اس مہینے میں جس طرح روافض ماتم کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسی بدعت ہے جسے بدعتِ مکفرہ (کافر بنادینے والی بدعت) کہا جاتا ہے۔

فضیلتِ محرم:

ماہ محرم کی فضیلت کے متعلق جو چند حدیثیں بیان کی جاتی ہیں، ان کے متعلق صاحب سفر السعاده کی تحقیق یہ ہے کہ ان میں صرف یوم عاشورہ کے روزے والی حدیثیں صحیح ہیں، باقی سب حدیثیں موضوع اور مفتری ہیں۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس امر کی تصریح کی ہے۔ اہل و عیال پر توسع رزق والی حدیث کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ”اس بارہ میں صحیح سند والی کوئی حدیث نہیں آتی۔“ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ عقبہؒ نے کہا ہے کہ اس کی سند میں ”لیں“ ہے۔ ابن حبان نے اسے ”حسن“ قرار دیا ہے۔ بیہقیؒ (جس نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ روایت بیان کی ہے (نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔

ماہِ محرم کی شرعی اور تاریخی حیثیت

ترتیب و اضافہ (ادارہ)

شیخ الحدیث مولانا محمد صاحب کنگن پوری

محرم الحرام چار حرمت والے مہینوں میں سے ایک اور اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ جہاں کئی شرعی فضیلتوں کا حامل ہے وہاں بہت سی تاریخی اہمیتیں بھی رکھتا ہے۔ کیونکہ اسلامی تاریخ کے بڑے بڑے واقعات اس مہینہ میں رونما ہوئے بلکہ یوں کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ نہ صرف تاریخ اُمت محمدیہ کی چند اہم یاد گاریں اس سے وابستہ ہیں بلکہ گزشتہ اُمّتوں اور جلیل القدر انبیاء کے کارہائے نمایاں اور فضل ربانی کی یادیں بھی اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ لیکن شرعی اصولوں کی روشنی میں جس طرح دوسرے شہور و ایام کو بعض عظیم الشان کارناموں کی وجہ سے کوئی خاص فضیلت و امتیاز نہیں ہے۔ اسی طرح اس ماہ کی فضیلت کی وجہ بھی یہ چند اہم واقعات و سانحات نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اشہر حُرُم (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب) کو ابتدائے آفرینش سے ہی اس اعزاز و اکرام سے نوازا ہے جس کی وجہ سے دور اسلام اور دور جاہلیت دونوں میں ان مہینوں کی عزت و احترام کا لحاظ رکھا جاتا تھا اور بڑے بڑے سنگدل اور جفاکار بھی جنگ و جدال اور ظلم و ستم سے ہاتھ روک لیتے تھے۔ اس طرح سے کمزوروں اور ناداروں کو کچھ عرصہ کے لئے گوشہ عافیت میں پناہ مل جاتی تھی۔

اچھے یا برے دن منانے کی شرعی حیثیت:

اسلام نے واقعات خیر و شر کو ایام کی معیار فضیلت قرار نہیں دیا بلکہ کسی مصیبت کی بنا پر زمانہ کی برائی سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور قرآن مجید میں کفار کے اس قول کی مذمت بیان کی ہے:

وَمَا يَهْدِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ (الجماعہ - ۲۴)

یعنی ہمیں زمانہ کے خیر و شر سے ہلاکت پہنچتی ہے۔

اور حدیث میں ہے:

”زمانہ کو گالی نہ دو کیونکہ برا بھلا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔“ (بخاری و مسلم)

یعنی خیر و شر کی وجہ لیل و نہار نہیں ہیں بلکہ خدا کا سازِ زمانہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اچھے یا برے دن منانے کی کوئی اصل ہی تسلیم نہیں کی جیسا کہ آج کل محرم کے علاوہ بڑے بڑے لوگوں کے دن یا سا لگرہ وغیرہ منائی جاتی ہیں۔

فضیلتِ محرم قرآن کریم سے:

خصوصی طور پر ماہِ محرم یا اس کے بعض ایام کی فضیلت کے متعلق میں پہلے قرآن و حدیث سے کچھ عرض کرتا ہوں، قرآن مجید میں ہے:-

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ (البقرہ: ۳۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بے شک شریعت میں ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالیٰ کے ہاں بارہ ۱۲ ماہ میں جن سے چار حرمت والے ہیں، یہی مستحکم دین ہے۔ تم ان مہینوں کی حرمت توڑ کر اپنی جان پر ظلم نہ کرو۔

تفسیر جامع البیان ص ۱۶۷ میں ہے:

فَإِنَّ الظُّلْمَ فِيهَا أَعْظَمُ وَزَرًا فَيَسُوَاهُ وَالطَّاعَةُ أَعْظَمُ أَجْرًا

یعنی ان مہینوں میں ظلم و زیادتی بہت بڑا گناہ ہے اور ان میں عبادت کا بہت اجر و ثواب ہے۔

تفسیر خازن جلد ۳ ص ۷۳ میں ہے:

وانما سميت حرما لان العرب في الجاهلية كانت تعظمها فيها القتال حتى لو ان احدهم لقي قاتل ابیه وابنه واخيه في هذه الاربعة الاشهر لم يهجه ولما جاء الاسلام لم يزدھا الا حرمة وتعظيما ولان الحسنات والطاعات فيها تتضاعف وكذلك السيئات ايضاً اشد من غيرها فلا تجوز انتهاك حرمة الاشهر الحرم

یعنی ان کا نام حرمت والے مہینے اس لئے پڑ گیا کہ عرب دورِ جاہلیت میں ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور ان میں لڑائی جھگڑے کو حرام سمجھتے تھے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اپنے یا بیٹے یا بھائی کے قاتل کو بھی پاتا تو اس پر بھی حملہ نہ کرتا۔ اسلام نے ان کی عزت و احترام کو اور بڑھایا۔ نیز ان مہینوں میں نیک اعمال اور طاعتیں ثواب کے اعتبار سے کئی گنا بڑھ جاتی ہیں۔ اسی طرح ان میں برائیوں کا گناہ دوسرے دنوں کی برائیوں سے سخت ہے۔ لہذا ان مہینوں کی حرمت توڑنا جائز نہیں۔

فضیلتِ محرم احادیث سے:

آیت مذکورہ بالا کی تفسیر سے محرم الحرام کی فضیلت اور اس ماہ کی عبادت کی اہمیت معلوم ہو چکی ہے۔ اب ہم احادیث سے صرف مزید وضاحت اور بعض ایام کی خصوصی فضیلت پیش کرتے ہیں۔

ماہِ محرم کے روزے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ افضل الصیام بعد رمضان شہر اللہ المحرم وافضل الصلوۃ بعد الفریضۃ صلوۃ اللیل (آخر جہ مسلم ص ۳۶۸ ج ۱، ایضاً ابو داؤد، الترمذی، النسائی)
رمضان کے بعد سب سے افضل روزے ماہِ محرم کے روزے ہیں اور فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل رات کی نماز (تہجد) ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ من صام یوم عرفة کان له کفارة سنتین ومن صام یوماً من المحرم فله بكل یوم ثلاثون یوماً۔ (رواہ الطبرانی فی الصغیر وهو غریب واسنادہ لا بسا بہ)
(الترغیب والترہیب ص ۲۳۷)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عرفہ کے دن کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور جو محرم کے روزے رکھے اسے ہر روزہ کے عوض تیس روزوں کا ثواب ملے گا۔

(یہ روایت اگرچہ اس پائے کی نہیں لیکن ترغیب و ترہیب میں قابلِ استیناس ہے) نیز حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ: ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ رمضان کے بعد میں کس ماہ میں روزے رکھوں؟ آپ نے فرمایا: محرم کے روزے رکھ! کیونکہ وہ اللہ کا مہینہ ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کر لی اور ایک اور قوم کی توبہ قبول کرے گا۔

عاشوراء کا روزہ:

ماہِ محرم میں روزوں کی فضیلت کے متعلق اگرچہ عمومی طور پر صحیح احادیث وارد ہیں، جیسا کہ ابھی گزرا لیکن خصوصی طور پر یومِ عاشوراء یعنی دس تاریخِ محرم کے بارے میں کثرت سے احادیث آئی ہیں۔ جو اس دن کے روزے کی بہت فضیلت بیان کرتی ہیں بلکہ بعض روایات کے مطابق رمضان شریف کے روزوں سے قبل عاشوراء کا روزہ فرض تھا۔ (جیسا کہ بعض شوافع کا قول ہے) پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو اس دن کے روزے کی صرف تاکید باقی رہ گئی۔

اب قارئین اس سلسلہ میں وارد احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ما رایت النبی ﷺ یتحرى صیام یوم فضله علی غیرہ الا هذا الیوم یوم عاشوراء وهذا الشهر یعنی رمضان (اخرجه البخاری و مسلم)

ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو کسی دن کے روزے کا دوسرے عام دنوں کے روزوں پر افضل جانتے ہوئے ارادہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح یومِ عاشوراء اور ماہِ رمضان کا (اہتمام کرتے ہوئے دیکھا ہے)۔

عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ قال سئل عن صوم یوم عاشوراء فقال یکفر السنۃ الباضیۃ (اخرجه مسلم ج ۱ ص ۳۶۸) ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عاشوراء کے روزہ کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے ایک سال گزشتہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

عن حفصۃ رضی اللہ عنہا قالت اربع لم یکن یدعن النبی ﷺ صیام عاشوراء الحدیث (اخرجه النسائی)

آپ چار چیزیں نہ چھوڑا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک عاشوراء کا روزہ ہے۔ الخ

عاشوراء کا روزہ اور یہود:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ ﷺ قدم المدینۃ فوجد الیہود صیام یوم عاشوراء فقال لهم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رسول اللہ ﷺ: ما هذا اليوم الذي تصومونه؟ فقالوا: هذا يوم عظيم انجى الله فيه موسى وقومه وغرق فرعون وقومه نصامه موسى شكرا فنحن نصومه، فقال رسول الله ﷺ: فنحن احق واولى بموسى منكم فصامه رسول الله ﷺ وامر بصيامه

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود کو عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے روزہ رکھنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا، یہ بہت بڑا دن ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور اس کی قوم کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تھا (اس پر) موسیٰ علیہ السلام نے (اس دن) شکر کا روزہ رکھا۔ پس ہم بھی ان کی اتباع میں روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ہم تمہاری نسبت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب اور حق دار ہیں لہذا آپ ﷺ نے خود روزہ رکھا اور (صحابہؓ کو) اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

اس حدیث سے عاشوراء کے روزہ کا مسنون ہونا ثابت ہوا۔ دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں نبی ﷺ نے یہود کی مشابہت سے بچنے کے لئے اس کے ساتھ نویں محرم کا روزہ رکھنے کا بھی ارادہ ظاہر فرمایا۔ اور مسند احمد کی اک روایت میں گیارہ محرم کا بھی ذکر ملتا ہے یعنی ۹ محرم یا گیارہ ۱۱ یوم عاشوراء اور عرب عاشوراء کے دن کی فضیلت عرب کے ہاں معروف تھی۔ اس لئے وہ بڑے بڑے اہم کام اسی دن سرانجام دیتے تھے۔ مثلاً روزہ کے علاوہ اسی روز خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بحوالہ ازرقی ذکر کیا ہے کہ ”حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی عاشوراء کے روز خانہ کعبہ کو غلاف چڑھایا۔“ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۶۷)

حاصل یہ ہے کہ اللہ ارحم الراحمین اور نبی رحمۃ للعالمین (ﷺ) نے امت مسلمہ کو ماہِ محرم کی برکات و فیوض سے مطلع کر دیا ہے اور بعض ایام میں مخصوص اعمال کی فضیلت سے بھی آگاہ کر دیا ہے تاکہ ہم شریعت کے ہدایات کے مطابق عمل کر کے سعادتِ دارین حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم دیکھیے کہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد وہ ہمیں کتنے عظیم الشان مواقع مہیا کرتا ہے جن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم فیضانِ رحمت سے دامن بھر سکیں اور تلافیِ مافات کرتے ہوئے اسی کی اطاعت و فرمانبرداری کے لئے کمر بستہ ہو سکیں۔

رمضان خیر و برکت کی بارانی کرتا ہوا گزرا تو شوال اشہر الحج (شوال، ذی القعدہ اور ذی الحجہ) کی نوید لایا پھر ذی الحجہ ختم ہوا ہی تھا کہ حرمت و عظمت میں اس کا شریکار سن بجری کا پہلا مہینہ اپنی برکات و فیوض سے ہم پر آسایہ کُن ہوا۔ گویا سدا رحمت برس رہی ہے۔ کاش کوئی جھولی بھرنے والا ہو! انسان کو چاہئے کہ ان مبارک اوقات کو غنیمت جانے اور اعمالِ صالحہ صوم و صلوٰۃ، ذکر و فکر، جہد و جہاد میں مصروف رہ کر اپنے آقا کو خوش کرے اور خداوندِ عزوجل کا قرب حاصل کر کے منزل مقصود پر پہنچ جائے لیکن یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے کہ ہم ان ایام و شہور کی اصل برکتوں سے محروم رہ کر غلط روایات اور قبیح رسومات میں مبتلا ہو کر یا ان میں شرکت کر کے ارحم الراحمین کی رحمت بے پایاں سے تہی دامن رہتے ہیں بلکہ اُلٹا گناہ گار ہو کر اس کے غضب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

ماہِ محرم کی بدعات:

ہم نے ماہِ محرم سے بہت سے غلط رواج و اہستہ کر لیے ہیں، اسے دکھ اور مصیبت کا مہینہ قرار دے لیا ہے جس کے اظہار کے لئے سیاہ لباس پہنا جاتا ہے۔ رونا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پیٹنا، تقریباً جلوس نکالنا اور مجالس عزاء وغیرہ منعقد کرنا یہ سب کچھ کارِ ثواب سمجھ کر اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کے اظہار کے طور پر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ سب چیزیں نہ صرف نبی ﷺ کے فرمودات کے خلاف ہیں بلکہ نواسہ رسول ﷺ کے اس مشن کے بھی خلاف ہیں جس کے لئے انہوں نے اپنی جان قربان کر دی۔ شیعہ حضرات کی دیکھا دیکھی خود کو سنی کہلانے والے بھی بہت سی بدعات میں مبتلا ہو گئے ہیں مثلاً اس ماہ میں نکاح شادی کو بے برکتی اور مصائب و آلام کے دور کی ابتداء کا باعث سمجھ کر اس سے احتراز کیا جاتا ہے اور لوگ اعمالِ مسنونہ کو چھوڑ کر بہت سی من گھڑت اور موضوع احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ مثلاً بعض لوگ خصوصیت سے عاشوراء کے روز بعض مساجد و مقابر کی زیارتیں کرتے اور خوب صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور اس دن اہل و عیال پر فراخی کرنے کو سارے سال کے لئے موجبِ برکت سمجھا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

کیا ماہِ محرم صرف غم کی یادگار ہے؟

شہادتِ حسینؑ اگرچہ اسلامی تاریخ کا بہت بڑا سانحہ ہے لیکن یہ صرف ایک واقعہ نہیں جس کی یاد محرم سے وابستہ ہے بلکہ محرم میں کئی دیگر تاریخی واقعات بھی رونما ہوئے ہیں جن میں سے اگرچہ ایک افسوسناک ہیں تو کئی موقعے ایسے بھی ہیں جن پر خوش ہونا اور خدا کا شکر بجالانا چاہئے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے موسیٰؑ کی اقتداء میں عاشورے کے دن شکر کا روزہ رکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن موسیٰؑ کو فرعون سے نجات دی تھی۔ نیز اگر اتفاق سے شہادتِ حسینؑ کا المیہ بھی اسی ماہ میں واقع ہو گیا تو بعض دیگر جلیل القدر صحابہؓ کی شہادت بھی تو اسی ماہ میں ہوئی ہے۔ مثلاً سطوتِ اسلامی کے عظیم علمبردار خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اسی ماہ کی یکم تاریخ کو حالتِ نماز میں ابولوکوفیر و زنا می ایک غلام کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

اس لئے شہادتِ حسینؑ کا دن منانے والوں کو ان کا بھی دن منانا چاہئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر اسلام اسی طرح دن منانے کی اجازت دے دے تو سال کا کوئی ہی ایسا دن باقی رہ جائے جس میں کوئی تاریخی واقعہ یا حادثہ رونما نہ ہوا ہو اور اس طرح مسلمان سارا سال انہی تقریبات اور سوگواریام منانے اور ان کے انتظام میں لگے رہیں گے۔

آزمائشیں دنیا کی امامت اور حیاتِ جاودانی بخشی ہیں:

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا دار البلاء اور امتحان گاہ ہے۔ اس دنیا میں ہر نبی اور امت پر کٹھن وقت آئے ہیں صرف بنی اسرائیل ہی کو لیجئے۔ ان پر کس قدر آزمائشیں آئیں؟ کس قدر انبیاء بے دریغ قتل کئے گئے؟ کتنے معصوم بچے ذبح ہوئے؟ جس کا اعتراف قرآن کریم نے بھی کیا ہے:

وَ فِي ذٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ

ہمارے نبی ﷺ فدائے ابی و امی، اہل بیت، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف و خلف میں ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پر ایسی ایسی مشکل گھڑیاں آئیں کہ ان کے سننے سے ہی کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ بعثت سے لے کر واقعہ کربلا اور پھر کربلا سے لے کر اب تک اسلامی تاریخ کا کونسا ایسا درد ہے جو اس قسم کے دل ہلا دینے والے واقعات سے خالی ہو؟ نبی ﷺ کی مکی زندگی اور اسلام قبول کرنے والوں کے دل دوزخ حالات اور پھر مدنی زندگی اور حق و باطل کے معرکے کس قدر جگر سوز ہیں۔ کیا شہادتِ حمزہؓ، شہادتِ عمرؓ، شہادتِ عثمانؓ، شہادتِ علیؓ، شہادتِ عبد اللہ بن زبیرؓ اور شہادتِ جگر گوشہ رسول ﷺ حسین کے لرزہ خیز حالات سننے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی تاب کسی کو ہے؟ لیکن یہی آزمائش تو انہیں امامت کے منصب پر فائز کرتی ہیں اور حیات جاودانی بخشی ہیں۔ قرآن مجید میں ابو الانبیاء حضرت ابراہیمؑ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہیں دنیا کی امامت آزمائشوں میں کامرانی کے بعد ہی ملی تھی۔ ارشاد ہے:

وَإِذْ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا

یعنی ہم نے اپنے بندے ابراہیمؑ کو چند آزمائشوں سے گزارا، وہ ان میں پورے اترے تو ہم نے کہا (اے ابراہیمؑ) ہم آپ کو دنیا کا امام بنارہے ہیں۔ (البقرہ:

۱۲۴)

ترمذی میں ہے:

”ہشام بن حسان کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف ظالم نے لوگ باندھ کر قتل کیے وہ ایک لاکھ بیس ہزار تھے (جن میں سے بیشتر صحابہ، جلیل القدر تابعین اور تبع

تابعین تھے)“

اور مسلم میں ہے کہ:

”حجاج نے عبد اللہ بن زبیرؓ کو کئی روز تک سولی پر لٹکائے رکھا۔ لوگ آتے اور ان کا دردناک انجام دیکھ کر گزر جاتے، جب عبد اللہ بن عمرؓ کا دھر سے گزر ہوا تو کہنے لگے۔ میں نے تجھے کئی بار منع کیا تھا۔ تین بار کہا۔ پھر فرمایا۔ خدا کی قسم! جہاں تک مجھے علم ہے تو بہت روزے رکھنے والا، بہت قیام کرنے والا اور بہت صلہ رحم تھا۔ خبردار! جو امت تجھ کو برا سمجھتی ہے بُری امت ہے! حجاج بن یوسف کو جب یہ خبر پہنچی تو ابن زبیرؓ کی لعش کو وہاں سے اتروا کر اسے بے گور و کفن یہود کے قبرستان میں پھینک دیا۔ پھر ان کی والدہ اسماءؓ، بنت ابی بکر الصدیقؓ کو بلایا۔ وہ نہ آئیں تو دوبارہ آدمی بھیجا اور کہا کہ آجا! ورنہ ایسے آدمی بھیجوں گا جو تجھے چوٹی (میڈیوں) سے پکڑ کر گھسیٹ کر لائیں گے۔ اسماءؓ نے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک تو ایسے آدمی نہ بھیجے جو مجھے زمین پر گھسیٹ کر تیرے پاس لائیں میں نہیں آؤں گی۔ پھر حجاج غصہ میں اٹھا اور الٹا جو تاپہن کر تکبر سے اسماءؓ کے پاس آیا اور کہا تو نے دیکھا لیا، میں نے اللہ کے دشمن (تیرے بیٹے عبد اللہؓ) کے ساتھ کیسا کیا ہے؟ حضرت اسماءؓ نے جواب دیا، میں نے دیکھا لیا کہ تو نے اس کی دنیا خراب کی اور اس نے تیری آخرت تباہ کر دی۔ نیز فرمایا، میں نے سنا ہے کہ تو میرے بیٹے عبد اللہؓ کو ”دو آزار بند والی کا بیٹا“ کہہ کر پکارتا تھا۔ خدا کی قسم! واقعی میرے دو آزار بند تھے، ایک سے میں رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ کا کھانا باندھتی تھی جس وقت کہ وہ غارِ ثور میں چھپے ہوئے تھے۔ دوسرا وہی جو عورتوں کے لئے ہوتا ہے، پھر حضرت اسماءؓ نے کہا: گوش ہوش سے سن لے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا تھا کہ ثقیف میں ایک کذاب اور ایک مفسد ہو گا۔ کذاب تو میں پہلے دیکھ چکی ہوں اور مفسد تو یہی ہے۔ پس وہ لا جواب ہو کر چلا گیا۔“

اسی طرح اپنوں ہی نے حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث اور نواسہ رسول ﷺ حضرت امام حسینؓ کو میدانِ کربلا میں جس طرح تختہ مشق بنایا اور بے جگری سے شہید کیا، سن کر پتا پانی ہوتا ہے۔

غرضیکہ دنیا آزمائشوں کا گھر اور حق و باطل کا میدان کارزار ہے۔ اس میں خدا پرستوں پر اللہ کے دین کی خاطر اسی طرح کے مصائب و آلام کی بارش ہوا کرتی ہے جس سے وہ ہمیشہ سرخرو ہو کر نکلتے ہیں۔ دکھ اور الم کی لہروں کے سامنے وہ چٹان بن کر کھڑے ہوتے ہیں۔ نہ ان کے دل ڈرتے ہیں، نہ پاؤں ڈمگاتے ہیں بلکہ وہ خدا کی خوشنودی کی خاطر سب کچھ خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہیں اور اپنے مقصد کے اعتبار سے ہمیشہ کامیاب و کامران لوٹا کرتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نوحہ اور ماتم بزرگانِ ملت کی تعلیم کے خلاف اور ان کے مشن کی توہین ہے:

ہم دیکھتے ہیں کہ یہ پاکباز ہستیاں کس طرح صبر و استقلال کا پہاڑ ثابت ہوئیں۔ ان کے خلفاء اور ورثاء بھی ان کے نقش قدم پر چلے۔ نہ کسی نے آہ و فغاں کیا، نہ کسی نے ان کی برسی منائی نہ چہلم، نہ روئے نہ پیٹے، نہ کپڑے پھاڑے، نہ ماتم کیا اور نہ تعزیر کا جلوس نکال کر گلی کوچوں کا دورہ کیا بلکہ یہ خرافات سات آٹھ سو سال بعد تیمور لنگ بادشاہ کے دور میں شروع ہوئیں لیکن یہ سب حرکتیں اور رسوم و رواج نہ صرف روح اسلام اور ان پاکباز ہستیوں کی تلقین و ارشاد کے خلاف ہیں بلکہ ان بزرگوں کی توہین اور غیر مسلمانوں کے لئے استہزاء کا ساماں ہیں۔ اسلام تو ہمیں صبر و استقامت کی تعلیم دیتا ہے اور ”بَشِّرِ الصَّابِرِينَ“ (صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو) کا مژدہ سنا تا ہے۔

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

وہ لوگ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

نوحہ اور ماتم کی مذمت (زبان رسالت سے):

نوحہ اور ماتم کی مذمت کے سلسلہ میں اگرچہ قرآن کریم کی کئی آیات اور احادیث نبوی سے استدلال کیا جاسکتا ہے بلکہ شیعہ حضرات کی بعض معتبر کتابوں سے ان کی ممانعت ثابت کی جاسکتی ہے لیکن اختصار کے پیش نظر اس صحبت میں ہم صرف دو فرمان نبوی پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

۱۔ قال رسول الله ﷺ ليس منا من ضرب الخدود و شق الجيوب و دعا بدعوى الجاهلية (بخاری و مسلم)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص رخسار پیٹے، کپڑے پھاڑے اور جاہلیت کا دوا دیا کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۲۔ قال رسول الله ﷺ انا برئ من حلق و صلق و خرق (بخاری و مسلم)

آپ نے فرمایا جو شخص سرمٹڈائے، بلند آواز سے روئے اور کپڑے پھاڑے میں اس سے بیزار ہوں۔

ماہِ محرم کے چند تاریخی واقعات:

اب آخر میں وہ چند واقعات ذکر کئے جاتے ہیں جو ماہِ محرم میں وقوع پذیر ہوئے لیکن آج عوام میں امام حسینؑ کی شہادت کے علاوہ ان کی یادیں طاق نسیاں میں رکھی رہتی ہیں اگرچہ ان کے ذکر سے میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ شہادتِ حسینؑ کی طرح ان کی بھی یادیں منائی جائیں کیونکہ جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ اگرچہ اسلام ان واقعات کی اہمیت اپنی جگہ تسلیم کرتا ہے اور ان کی عظمت کی یاد دہانی بھی ضروری سمجھتا ہے تاکہ ان کا کردار ہمیں جذبہ قربانی اور شوق شہادت دے اور جن موقعوں پر مسلمانوں نے کامیابی حاصل کی یا ظلم و ستم سے نجات حاصل کی ان کے ذکر سے ہماری مثبتیت قلبی ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کر سکیں لیکن وہ اس عظمت میں لیل و نہار کسی طرح کا دخل تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی عظمت میں انہیں شریک کار بناتا ہے۔ بلکہ میرا مقصد تاریخی یادداشتوں کی حیثیت سے ان کا ذکر ہے۔

دو جلیل القدر صحابیوں، بطل جلیل امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور گوشہ جگر رسول ﷺ سید شباب المسلمین حضرت امام حسینؑ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شہادت کا ذکر تو پہلے ہو چکا ہے جو بالترتیب یکم محرم اور دس محرم الحرام کو واصل بحق ہوئے اور ابتدائے آفرینش سے لے کر بعثت رسول ﷺ تک چیدہ چیدہ واقعات درج ذیل ہیں:

1. آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو کشتی کے ذریعے ان کی قوم کے ہتھکنڈوں سے اسی ماہ میں نجات ملی اور طوفانِ نوح میں مجرم کیفر کردار کو پہنچے۔

2. ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے نارِ نمرود اسی ماہ میں گلزار بنی اور نمرود اور اس کے ایجنٹوں کی کوششیں اکارت گئیں۔

3. موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و ستم سے دس محرم (عاشوراء) کو نجات ملی اور فرعون اور اس کی فوج غرقاب ہوئی۔ اس قسم کے بہت سے دیگر معرکہ ہائے حق و باطل تھے جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حق کو کامیابی نصیب ہوئی اور باطل خائب و خاسر ہوا۔ اگر ان شخصیتوں سے ہمارا بھی کوئی دینی اور روحانی تعلق ہے اور اسی حق میں ہم پیروکار ہیں جس کی خاطر انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کیں اور جابر و ظالم بادشاہوں سے ٹکرائے تو ہمیں جہاں امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن الخطاب کی شہادت کا غم ہے وہاں ان چند واقعات پر خوش بھی ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے جس نے حق کی مدد فرما کر اسلامی تاریخ کو ایسا تابناک بنایا اور ہمارے اسلاف کو اسی حق کی خاطر ثابت قدم فرما کر دین کا بول بالا کیا۔

ہمیں چاہئے کہ ان واقعات سے اچھا سبق لیں اور ان بزرگوں کی زندگیوں سے دین الہی کی خاطر ہر قسم کی جدوجہد کا نمونہ حاصل کریں۔ حتیٰ کہ اگر اس راہ میں اپنے جان و مال کی قربانی بھی دینی پڑے تو اس سے دریغ نہ کریں۔ ان واقعات کی یہی روح اور یہی ان بزرگوں کا مشن تھا۔ یہی راستہ دارین کی فوز و فلاح کا ضامن ہے اور یہی ان سے اظہارِ محبت کا طریقہ ہے۔

محرم کے مروجہ رواجات و رسوماتِ ماتم، مرثیہ خوانی، مجالسِ عزاء، تعزیه داری، علم دلدل، مہندی تابوت، لباسِ غم پہننا، امام حسین کے نام کی سیلیں لگانا، ان کے نام کی نذر و نیاز دینا اور مالیدہ چڑھانا شرعاً ممنوع ہونے کے ساتھ ساتھ ان ائمہ کے مشن سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ نہ ہی ان کے خلاء و ورثاء مجبین مخلصین کا یہ و طیرہ تھا و نہ ہی یہ سب کچھ ان سے اظہارِ عقیدت کا ذریعہ ہے۔

مرادِ نصیحت بود گفتیم حوالہ با خدا کریم رفتیم

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو صحیح رستہ پر چلائے اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اطلبوا العلم ولوبا لصین کی تحقیق

ترتیب (ادارہ)

جناب ریاض الحسن نوری (ایم۔ اے)

سابق ناظم اعلیٰ اوقاف مغربی پاکستان مسعود احمد سی۔ ایس۔ پی کے دور میں محکمہ اوقاف نے ایک کتابچہ چھپوا کر تقسیم کیا تھا جس کا نام تو ”اسلامی پاکٹ بک“ رکھا گیا تھا لیکن درپردہ اس میں سوشلزم کی تبلیغ مقصود تھی۔ اس میں بہت سی دیگر غلط بیانیوں کے ساتھ جس دیدہ دلیری اور بے باکی سے بعض موضوع احادیث نبی اکرم ﷺ سے منسوب کر کے اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، وہ حد درجہ افسوس ناک ہے۔ طرہ یہ کہ ان احادیث کو حدیث کے حد درجہ معتبر اور مقبول ترین مجموعہ جات سے مانخو بتایا گیا۔ چنانچہ اس کتابچہ کے ص ۱۴ پر ایک حدیث یوں درج ہے:

”علم حاصل کرو خواہ وہ چین ہی میں کیوں نہ ہو۔“ (بخاری)

اس قول کو جہاں رسول اللہ ﷺ سے منسوب کرنا ایک بہت بڑا افتراء ہے وہاں اسے بخاری کی روایت بتانا بڑی جرأت ہے۔ جو شخص کسی موضوع بات کو حدیث رسول ﷺ کہنے سے نہیں ڈرتا اس سے اس کو کسی بڑے امام کی روایت کہنے پر کوئی حیرت نہ ہونی چاہئے لیکن اگر کتاب و سنت سے یہ مذاق چلتا رہا تو عام مسلمانوں کے دین و ایمان کا خدا ہی حافظ ہے۔

دراصل مصنف کا مطلوب سوشلزم کا پروپیگنڈا ہے۔ روس کا لفظ تو کسی روایت سے ملا نہیں، ایک موضوع روایت میں ”چین“ کا لفظ مل گیا تو غنیمت جان کر نقل کر دیا اور تصدیق کے لئے امام بخاری کی کتاب ’الجامع الصحیح‘ کا حوالہ دے دیا۔ حالانکہ یہ روایت بخاری تو کجا صحاح ستہ میں بھی نہیں ہے ہاں ’موضوعات شریف‘ میں اس کا ثبوت ضرور ملتا ہے جو درج ذیل ہے۔

1. امام ابن جوزیؒ مذکورہ بالا حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں:

”اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف صحیح نہیں ہے۔ اس کے راوی حسن بن عطیہ کو ابو حاتم الرازیؒ نے ضعیف کہا ہے۔ بخاریؒ اسے منکر الحدیث بتاتے ہیں۔

ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ یہ روایت باطل ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں۔“

2. امام سخاویؒ نے بھی اس حدیث کو مردود کہا ہے اور لکھا ہے کہ ابن حبانؒ اس کو باطل کہتے ہیں اور ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات سے شمار کیا ہے۔

3. حوت بیرونیؒ لکھتے ہیں:

”ابن حبانؒ نے اس کو باطل کہا ہے اور ابن جوزیؒ نے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔

حاکم نیشاپوریؒ اور ذہبیؒ کہتے ہیں کہ اس کی کوئی سند درست نہیں۔“

4. امام منذریؒ نے ائمہ حدیث کے تفصیلی بیانات کی روشنی میں اسے روکیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

5. سب سے مفصل بحث اس پر دور حاضر کے نامور محدث ناصر الدین البانی نے کی ہے۔ آپ اسے مردود قرار دے کر آراء ائمہ اور دیگر دلائل سے اس کا بطلان ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”یحییٰ بن معین نے کہا کہ میں اس کے راوی ابو عاتکہ کو نہیں جانتا۔ احمد بن حنبلؒ نے اس کا انکار بڑے شد و مد سے کیا ہے۔۔۔ ابن حبانؒ نے اس کو باطل کہا ہے اور سخاوی نے اس کی تائید کی ہے۔ عقیلی نے اپنی کتاب ”الضعفاء“ میں لکھا ہے کہ ”ولو بالصحین“ کے الفاظ سوائے ابی عاتکہ کے کسی نے روایت نہیں کیے جبکہ معلوم ہے کہ شخص متروک الحدیث ہے۔ عقیلیؒ نے اس کو بہت ہی ضعیف کہا ہے۔ بخاریؒ نے منکر الحدیث کہا ہے نسائی نے کہا ہے کہ ثقہ نہیں ہے۔ ابو حاتمؒ نے ذاہب الحدیث کہا ہے اور سلیمانیؒ نے کہا کہ اس کا وضع حدیث کرنا معروف ہے۔ دوسری سند کے ایک راوی یعقوب کو ذہبیؒ نے کذاب کہا ہے اور تیسری سند کے راوی عبد اللہ الجویباری کو سیوطیؒ نے وضاع کہا ہے۔“

مذکورہ بالا محدثین اور ناقدین کی توضیحات سے معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث کسی شخص کی وضع کردہ ہے اور جن دو تین سندوں سے یہ حدیث مروی ہے۔ سب میں سخت ضعیف بلکہ وضاع راوی موجود ہیں جن کی بنا پر اس کا موضوع (بناوٹی) ہونا ظاہر ہے۔

اس حدیث کو روایتاً مردود ثابت کرنے کے بعد ہم اس کا وہ مطلب بھی عرض کیے دیتے ہیں جو مختلف ائمہ نے بیان فرمایا ہے۔ منذری لکھتے ہیں:

”ای فیہا مبالغۃ فی البعد یعنی ”ولو بالصحین“ سے مقصود دوری میں مبالغہ ہے۔“

چونکہ چین عربوں سے بہت دور تھا اور اس ملک سے ان کا کوئی خاص بلا واسطہ تعلق بھی نہ تھا اس لئے دوری میں مبالغہ کے لئے ’چین‘ کا لفظ استعمال کیا گیا۔ مثلاً امام نوویؒ کہتے ہیں کہ:

”ابو حامد اسراہیلیؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص چین تک تفسیر طبری حاصل کرنے کی خاطر سفر کرے تو یہ بھی کچھ زیادہ نہیں۔“

ظاہر ہے کہ چین میں تو تفسیر طبری ملتی ہی نہ تھی۔ یہ صرف دوری ظاہر کرنے کے لئے کہا جاتا ہے، جیسے اردو میں مقولہ ہے۔ ”ہنوز دلی دور است۔“

اس ساری بحث سے مقصود یہ ہے کہ اس قول سے اگرچہ مراد صحیح لی جاسکتی ہے لیکن اسے رسول اللہ ﷺ کا فرمان دکھانا انتہائی جرأت ہے۔ صحیحین میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”جس نے میری طرف سے بات نسبت کی جو میں نے نہ کہی ہو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بناتا ہے۔“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت خواجہ حافظ شیرازیؒ کا ناصحانہ کلام

جناب مولانا اظہر امر تری

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند

جو انانِ سعادت مند پند پیر دانارا!!

حضرت خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام حقیقت التیام صوفیانہ حقائق و رموز کی تشریح و وجدانی کیفیات کا ترجمان خیال کیا جاتا ہے۔ نشہ و سرور میں ڈوبے ہوئے الفاظ، صوفیانہ حسن اسلوب، وجد انگیز بندش، دل نشیں تاثرات کی خوشنما تنظیم نے ان کے کلام میں ایک معجز نما تاثیر پیدا کر دی کہ ہر مصرعہ ذہن میں آتے ہی دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔ میں جب کلام حافظ کا مطالعہ کرتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ کوئی پر اثر جذبہ دل سے ابھر ابھر کر ان کیفیات کو اپنے دامن میں سمیٹ رہا ہے جو تاثیر شعر سے ذہن کو مسرور کرتی ہوئیں دل میں سما جانا چاہتی ہیں۔

حافظ کا کلام روح و وجدان کا مجموعہ گفت و شنید ہے۔ اس کے مصرعہ مصرعہ سے عرفان و حقیقت کی تجلیاں چھن رہی ہیں۔ وہ عشق و محبت کے دریا میں غوطہ لگا کر زبانِ شعر کو حرکت میں لاتا ہے۔ اس کا کلام ان ہی لوگوں کے ضمیر پر دامن اثر پھیلاتا ہے جو توحید و معرفت کے رموز و اسرار بے نقاب دیکھنا چاہتے ہیں۔ بایں ہمہ اس دریا کی کیفیات کے سینہ میں حکمت و بصیرت کے بھی ہزاروں موتی چمک رہے ہیں لیکن ان کی لمعانی سے اس لئے بہت کم لوگ واقف ہیں کہ ناقدین فن نے آج تک حافظ کو صرف ترجمانِ عشق الہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کے عام فہم شعر کو بھی فلسفیانہ کھینچ تان سے تصوف کے کسی نہ کسی مسئلہ پر لا کر چھوڑا ہے ورنہ حافظ ایک قادر الکلام اور جامع الشروط شاعر کی حیثیت سے جہاں نکات تصوف کی تشریح کا حق ادا کرتا ہے وہاں انسانی زندگی کے نفسیاتی پہلوؤں پر بھی ہلکی سی روشنی ال رہا ہے۔

اس حقیقت سے تو کسی شخص کو انکار نہیں کہ حافظ اس عشق کے حقائق و معارف کا بوجہ تمام شارح ہے۔ جس کی پرورش آغوشِ روحانیت میں ہوتی ہے۔ لیکن یہ نظریہ حافظ کو شاعرِ کامل کی خلعت عطا نہیں کر سکتا کیونکہ شاعرِ کامل ان تمام انسانی حقیقتوں سے ناواقف ہوتا ہے جو کفِ پاسے لے کر موئے سر تک حاوی ہیں۔ اسی طرح اس کی نگاہ احساسات و کیفیات کی دنیا سے ان کا نظارہ کیے بغیر نہیں رہتی۔ وہ علم بصیرت کی بنا پر انسانی فطرت کے تمام اندروی و بیرونی واقعات پر فیصلہ کن بحث کر سکتا ہے۔ وہ اس کیفیت کے اسرار سے واقف ہوتا ہے جو ذی روح اور امر روح کے درمیان ذریعہ گفتگو ہوتی ہے۔ اس کی آنکھیں ان نگاہوں سے بھی بے خبر نہیں جو نفسانی خواہشوں کی تحریک پر قابلِ احترام ہستیوں کو دعوتِ سیہ کاری دیتی رہتی ہیں۔ وہ نظروں کو آئینہ بنا کر اس میں خلوت کی چھپی ہوئی عیش افروزیوں کا عکس دیکھ لیتا ہے۔ اسی طرح جب انسانی زندگی کے نقائص کی طرف اس کو متوجہ کیا جاتا ہے تو وہ عقل و فکر پر تول تول کر ایسے حکیمانہ نظریات پیش کرتا ہے جن میں اصلاح و تہذیب کی روح پوشیدہ ہوتی ہے۔ یہ تمام خوبیاں حافظ کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔ اس کو صرف تصوف و الہیات کا شارح قرار دینا بدترین بے انصافی ہے۔ میں اس کی تائید میں اپنی طرف سے کوئی عقلی یا نقلی دلیل پیش کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا کیونکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”آفتاب آمد دلیل آفتاب“

حافظ کا کلام ہی حافظ کو شاعرِ کامل ثابت کر رہا ہے۔ ذیل میں دیوانِ حافظ سے وہ اشعار پیش کرتا ہوں جن کا ہر ہر مصرعہ زندگی کی خطرناک راہ میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے جو حضرات سعدیؒ و صائبؒ کے حکیمانہ اقوال کو دلیلِ راہ بنا چکے ہیں وہ حافظ کے حکیمانہ اور بصیرت افروز اشعار سے بھی اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو روشن کرنے کی کوشش کریں خواجہ مہر حوم فرماتے ہیں:

آسائش دو گیتی تفسیرِ این دو حرف است

باد و ستاں مروت بادِ شمنانِ مدارا!

فلسفہ جدید کے نزدیک بہشت مطمئن زندگی کا دوسرا نام ہے لیکن اطمینان کی نوعیت اور اس کے ذریعہ حصول کے متعلقہ زبانِ فلسفہ سے جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کے افہام و تفہیم کے لئے ہزاروں حلقہ ہائے فکر سے دلائل مانگنے پڑتے ہیں۔ یہ خواجہ مہر حوم کے عقل و فکر کا معجزہ ہے کہ انہوں نے نہایت سادہ اور عام فہم الفاظ میں ایک ایسی حقیقت پیش کر دی جس کی وسعت ہزاروں صفحات پر حاوی ہے۔

اگر انسان مروت و مدارا سے دوست و دشمن کے دل مٹھی میں لے لینے کی صلاحیت پیدا کر لے تو اس کی توقعات میں خطرہ کی سیاہی کے بجائے اطمینان کی تجلیاں چمکنے لگ جاتی ہیں۔ یہ وہ نعمت ہے، جس کو ”آسائش دو گیتی“ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ ایک اور غزل میں خواجہ صاحب فرماتے ہیں:

اے دلِ شباب رفتہ نہ چیدی گلے ز عمر

پیرانہ سرِ مکن ہوسِ ننگ و نامِ را!

زمانہ شباب میں آفتابِ زندگی نصف النہار پر ہوتا ہے۔ اس عمر میں حیوانی قواء کو قابو میں رکھنا خوش سیرتی کے لئے ضروری ہے لیکن آتشِ فشاں و لو لے ضبط و تحمل کا پردہ پھونکنے بغیر نہیں رہتے۔ جوشِ آلودہ مانگیں ہزاروں مجبوریوں کے باوجود قصرِ جوانی میں شمعِ ہوس جلا ہی دیتی ہیں۔ اس زمانہ میں جو شخص حقوق اللہ و حقوق العباد کی دیوار نہیں پھاندتا اس پر نفسِ زہد کو بھی ناز ہے ورنہ بڑھاپے میں تو قواء کی افسردگی انسان کو جبری زہد کی طرف راغب کر لیتی ہے، چنانچہ سعدیؒ فرماتے ہیں:

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری ست

وقتِ پیری گر گ ظالم مے شود پرہیز گار

خواجہ صاحبؒ بھی اس شعر میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب جوانی کو جو عمر کا بہترین عملی حصہ ہے لہو و لعب میں برباد کر دیا گیا تو بڑھاپے میں مجبورانہ زہد و ورع کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

خواجہ صاحبؒ قناعت کا سبق دیتے ہیں کہ:

ملکِ آزادگی و کنجِ قناعت گنجِ ست

کہ بشمیر میسر نشود سلطانِ را!!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دامن امارت جس قدر وسیع ہوتا ہے، اسی قدر ہوس استعمار دل میں پریشانیوں کو بھی لا داخل کرتی ہے۔ اس لحاظ سے طماع امیر پر دہ صابر و شاکر مفلس فوقیت رکھتا ہے جو تھوڑی سے تھوڑی آمدن پر قناعت کر کے دل کو سکون و اطمینان کا درس دیتا ہے۔ یہ امر محتاج بیان نہیں کہ دیا میں وہی انسان آزادانہ سکون سے زندگی بسر کر سکتا ہے جس کی ضروریات محدود ہیں اور خواہشوں میں حرص و طمع کی جھلک کی بجائے قناعت کی روشنی ہے۔ لیکن یہ روشنی عام طور پر غریبوں کے جھونپڑوں میں ہوتی ہے۔ امیروں کے محل اس سے محروم ہیں جب تک امراء میں دولت و پیداوار کی صحیح تقسیم کا احساس پیدا نہیں ہوتا جب تک بادشاہوں کی حرص ملک گیری آتش و خون سے چمکتی ہوئی فضا کی تلاش ترک نہیں کرتی وہ گنج قناعت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے لیکن یہ دولت مفلسوں کے پاؤں پر سجدے کرتی رہتی ہے کیونکہ ان کی ضروریات اور خواہشیں اس قدر وسیع نہیں جن کے پورا کرنے میں قناعت سوز مشکلات حائل ہوں۔ ان کو جو کچھ میسر آجائے وہی ان کی ضروریات کا مرکز تکمیل ہے۔

حافظاے خور و رندی کن و خوش باش ولے

دام تزویر مکن چوں دگراں قرآن را!

اس شعر میں مے نوشی اور رندی کو اس زہد سے بہتر قرار دیا گیا ہے جس کی بنا عوام فریبی اور ذاتی اغراض کے ذریعہ تکمیل پر ہے۔ شراب نوشی بدترین جرائم میں سے ہے۔ رندی و شاد بازی کرنا خود اللہ سے متجاوز ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن یہ سیاہ کاریاں نفسانیت کے مقتضی پر کی جاتی ہیں۔ اس میں انسان کا ذاتی نقصان مضمر ہے جس کی تلافی اس کو جسمانی یا روحانی صورت میں ایک دن کرنا پڑے گی۔ شخصی گناہ عقوبت و نتائج کے اعتبار سے کتنا ہی خطرناک ہو۔ لیکن اس فریب کاری کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا جو سوسائٹی کے مفاد کو انفرادی اغراض کے ماتحت لانے کے لئے کی جاتی ہے اور وہ بھی خدا کے نام پر مذہب کے تقدس پر اور قرآنی نصوص کی امداد سے اس قسم کا گناہ جس کی وجہ جواز آیات قرآنی کی غلط تاویلات پر مبنی ہو اللہ اور کلام اللہ ہی سے روگردانی کا نتیجہ نہیں بلکہ اس سوسائٹی کے لئے بھی پیغام ہلاکت ہے جو حقیقت قرآن پر ایمان رکھتی ہے۔

خواجہ صاحب کی اس شعر سے یہ مراد ہے کہ شراب نوشی درندی انفرادی گناہ ہے جس کا غمیزہ بھی ایک ہی شخص کو بھگتنا ہو گا لیکن قرآن کو ”دام تزویر“ بنانے سے ساری سوسائٹی گمراہ ہو کر عذاب میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اس لئے اول الذکر گناہ ثانی الذکر جرم پر بلحاظ نتائج قابل ترجیح ہے۔ اسی قبیل کا ایک اور شعر ملاحظہ فرمائیے:

فقیہ مدرسہ دی مست بود و فتوائے داد

کہ مے حرام ولے بہ زمالِ اوقاف است

اس شعر کے معانی و مطالب میں فلسفیانہ حسن کلام کی جھلک پائی جاتی ہے۔ فقیہ کا ذریعہ معاش مالِ اوقاف تک محدود تھا۔ اسی مال سے وہ شکم پری کرنے کے بعد بھوے کرتا تھا۔ اس کو مالِ اوقاف کی تحریم کا خیال تو تھا لیکن ذاتی فائدہ کے پیش نظر اظہارِ صداقت سے گریز کرتا رہا۔ کل کسی طریقہ سے اس نے شراب پی لی اور عالم مستی میں اس کو اپنے مفاد کا خیال نہ رہا۔ مالِ اوقاف تو اس کا ذریعہ معاش تھا ہی، شراب بھی اس نے پی لی۔ اب دونوں چیزوں کی عقوبت کے تصورات پر عقل دوڑانے کے بعد اس نے فتویٰ دے دیا کہ شراب حرام تو ہے لیکن اوقاف کے مال سے اچھی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فقیر مدرسہ نے مسقی سے پہلے اس لئے فتویٰ نہ دیا کہ کوئی دنیا پرست احترام شریعت کے لئے ذاتی اغراض کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اس تشریح سے شعر کا تعلیمی پہلو خود بخود سامنے آجاتا ہے۔

عمیب رنداں مکن اے زہد پاکیزہ سرشت
کہ گناہ دگرے بر تو نہ خواہند نوشت

جہاں تک لفظی معنی کا تعلق ہے اس شعر میں کوئی خوبی نہیں جو ”حافظیت“ کی آئینہ دار ہو لیکن تعلیمی اعتبار سے شعر کا ہر لفظ اپنے اندر شمع بصیرت روشن کیے ہوئے ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ زید کے گناہ کا خمیازہ کسی قانون کے مطابق عمرو نہیں بھگت سکتا لیکن عمرو اگر زید کے گناہوں پر تبصرہ کرتا ہے تو بجائے اصلاح اعمال کے غیبت کا مرتکب ہوتا ہے۔ شعر کا تعلیمی پہلو یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی گناہ گار کے ساتھ عقوبت گناہ میں شامل نہیں ہو سکتا تو اس کو لازم ہے کہ گناہ گاری پر تنقید کر کے اپنے تکبر کا ثبوت نہ دے۔ اس مسئلہ پر استاد ذوق کا کتنا اچھا شعر ہے کہ:

رند خراب حال کو زہد نہ چھیڑ تو!
تجھ کو پرانی کیا پڑی اپنی نیڑ تو!

خواجہ صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

زہد غرور داشت سلامت نہ برد راہ
رند از رہ نیاز بدار السلام رفت

زہد کو اپنی پارسائی اور زہد و تقویٰ پر غرور تھا اور درگاہ الہی میں غرور پسند لوگوں کی رسائی نہیں۔ رند گناہ گار تھا لیکن وہ اپنی سیہ کاریوں پر نادم ہو کر عفو و لطف کا طالب تھا۔ درگاہ الہی میں ندامت ہی سے بد کاریوں کی تلافی ہو سکتی ہے۔ شعر کا تعلیمی پہلو یہ ہے کہ انسان کو غرور عمل کامیاب نہیں ہونے دیتا۔

چو با صیب نشینی و بادہ پیالی
بیاد آر محبان بادہ پیارا!

کتنا دل پذیر شعر ہے۔ ”یاد رفتگاں“ کا درس اس سے زیادہ موثر انداز میں نہیں دیا جاسکتا۔ ٹیکو راپنے فلسفیانہ جادوئے بیان سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر چکا ہے کہ دنیا کسی کا ساتھ نہیں دیتی لیکن خواجہ مرحوم اس مسئلہ کو جس سادہ اور موثر انداز میں پیش کرتے ہیں۔ وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

مجدور سستی عہد از جہان سُست نہاد
کہ این عجزہ عروس ہزار و اما د است

ایک اور جگہ اسی مسئلہ کو دوسرے انداز میں پیش کرتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

برواز خانہ گردوں بدروناں مطلب
کایں سہ کاسہ ور آخر بکشد مہماں را
ایک اور غزل میں ارباب ہر کی بے مروتی کے پیش نظر خود اعتمادی کا درس دیتے ہیں کہ:
مرو بخانہ ارباب بے مروت دیر کہ کنج عافیت در سرائے خویشتن است
اسی مفہوم کو دوسرے رنگ میں یوں پیش کیا گیا ہے۔

حافظ آب رخت برور ہر سفلہ مریز
حاجت آں بہ کہ بر قاضی حاجات بریم
خود اعتمادی، خود داری اور قناعت کا اس درجہ روشن اور واضح الفاظ میں شاید ہی کسی نے سبق دیا ہو بلکہ اس مسئلہ کی تمام جزئیات بھی مکمل صورت
میں پیش کر دی گئی ہیں۔ یہ ہے کمال فن

مباش در پے آزار ہر چہ خواہی کن!
کہ در شریعت ماغیر ازیں گناہی نیست
مذہب عالم اور اہل اللہ نے گناہ کا جو تخیل مناسب اصلاح کے بعد پیش کیا ہے اس کی روح معنی یہ ہے کہ خدا کے نزدیک وہ سب سے بڑا گناہ ہے
جس کی بنا خلق خدا کی دل آزاری پر ہو اسی طرح وہ نیکی بلحاظ جزا تمام نیکیوں سے بڑھ کر ہے جس کے نتائج سوسائٹی کے لئے انفرادی یا اجتماعی طور پر سود
مند ہوں۔ شب زندہ داری، نماز روزہ، تقویٰ و پارسائی، زہد و عبادت یہ سب افعال انسان کے آئینہ اخلاق کو منور کرنے اور انسانی زندگی کو سود مند بنانے
کا موجب ہیں لیکن اصولی طور پر یہ صرف انسانی سیرت کو روشن کرتے ہیں ان سے خدا کی ذات کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ لیکن جو شخص غرباء کی پرورش
اور یتیم کی امداد کرتا ہے۔ ننگے کو کپڑا دیتا ہے۔ بھوکے کو روٹی کھلاتا ہے۔ مظلوم کو بچہ ظالم سے چھڑانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ نادانستہ طور پر قدرت
کو اس کے فرائض کی ادائیگی میں مدد دے رہا ہے کیونکہ حاجت روائی کی ذمہ داری پر عائد ہوتی ہے گویا خدمت عامہ کرنا خدا کی مدد کرنا ہے۔ اگرچہ اس
کی قدرت کسی امداد کی محتاج نہیں لیکن وہ ان اعمالِ حسنہ کو بھی مسترد نہیں کرتا جو خلوص دل اور حسن نیت کی تحریک پر ظہور پذیر ہوتے ہیں چنانچہ
پیغمبر اسلام ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

”خلق خدا کی خدمت کرنے والا ہی سردارِ قوم ہے۔“

اسی طرح جو لوگ اپنی زندگی کو خلق خدا کے لئے شرمض بنا لیتے ہیں وہ صرف سوسائٹی کے لئے بھی وجہ ننگ نہیں بلکہ قدرت کے فرائض میں
بھی ناجائز اضافہ کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔ اس لئے دل آزاری سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

مے خور و مصحف بسوز و آتش از کعبہ زن

ہر چہ خواہی کن ولیکن مردم آزاری مکن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

غرضیکہ خواجہ مرحوم نے چند دل پذیر اور موثر الفاظ میں گناہ اکبر کی جو تفصیلی تصویر پیش کی ہے۔ اس کا دامن معنی انسان کے تمام تصوراتِ حسنہ پر حاوی ہے۔ فلسفیانہ حقائق کی اس درجہ سادہ اور مختصر توضیح شاعری جزو ویست از پیغمبری کا روشن ثبوت ہے۔

نزع بر سر دنیاے دوں کسے نہ کند

باشتی بر اے نور دیدہ گوئے فلاح

جو لوگ پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی سے قطع نظر کرنے کے بعد ”آہنا اور شانتی“ کے فلسفہ کی باریکیاں، ٹالسٹائی یا گاندی کے آئینہ افکار میں دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں، ان کے لئے خواجہ صاحب کا یہ شعر سرمایہ استدلال ہے جس کے پہلے مصرعہ میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ دنیاے دوں میں کوئی طالبِ فلاح جھگڑا نہیں چھیڑتا۔ دوسرا مصرعہ شعر کا تعلیمی پہلو ہے جس میں آشتی سے گوئے فلاح لے جانے کی تلقین کی گئی ہے۔ اگرچہ شعر دعوائے بے دلیل کا آئینہ ہے لیکن تعلیمی لحاظ سے ذہنیت افروز ہے تاہم میں ایک دنیا دار کی حیثیت سے اس تعلیم کی تائید نہیں کر سکتا کیونکہ فلاح کے ذرائع پر عام طور پر ان ظالمانہ قوتوں کا قبضہ ہوتا ہے جو تمام دینی و دنیوی ترقیوں کو اپنے اغراض کے ماتحت چلانا چاہتی ہیں اور ظالم جنونِ قوت میں صلح و آشتی سے ان چیزوں سے دست بردار نہیں ہو سکتا جن پر وہ غاصبانہ قبضہ جما چکا ہے۔ اس حالت میں طالبانِ فلاح کے لئے دو ہی رستے ہیں یا تو اپنی خواہشوں کو نذرِ نامرادی کر دیں یا ظالمانہ طاقتوں کو فنا کر دیں جو ان کی رفتارِ ترقی میں رکاوٹ ڈال رہی ہیں لیکن تعدیمِ ظلم صلح و آشتی سے نہیں ہو سکتی۔ یہ مقصد آگ اور خون کی بارش ہی سے پورا ہو سکتا ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر خواجہ صاحب کا نظریہ مخصوص حالات میں قابلِ قبول ہو تو ہو لیکن استمراری تعلیم کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا۔

اب میں طوالت کے خوف سے خواجہ صاحب کے اشعارِ ناصحانہ صرف تشریحی عنوانات کے تحت پیش کرتا ہوں۔ اگرچہ اس طرح تنقید و تبصرہ کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا، لیکن اربابِ بصیرت کے سامنے صرف فانوس پیش کرنے کی ضرورت ہے، شمع کی لمعانی پر وہ خود بخود نگاہ ڈال لیتے ہیں۔ اعمالِ الہ پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ منشاءِ خداوندی کا خیال رکھنا چاہئے۔

بر عمل تکیہ مکن خواجہ کے دور و ز ازل

تو چہ دانی قلم صنع بنامت چہ نوشت

ہر چیز کی بنا خلل پسند ہے لیکن بنائے محبت بے خلل ہے۔

خلل پذیر بود ہر بننا کہ مے بینی مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل

دنیا کی مخالفت کی پروانہ کر اور رضائے خداوندی کا خیال رکھ اگر تو دنیا سے لڑے گا تو دنیا بھی ترے ساتھ جنگ کرے گی۔

بر آستانہ تسلیم سربہ حافظ اگر ستیزہ کنی روزگار بستیز!

اسی نظریہ کو اظہر امرت سری نے دوسرے رنگ میں پیش کیا ہے جو خواجہ صاحب کے مصرعہ ثانی کی شرح کی حیثیت رکھتا ہے۔

زمانہ میرے موافق نہیں تو کس کا قصور؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کہ میں نے بھی تو نہ مانی کوئی زمانے کی!
تنگ دستی میں بھی خدا کا شکر کر، کہیں یہ حالت بد، بدتر نہ ہو جائے۔
روزی اگر غمی رسد تنگ دل مباش رو شکر کن مباد کہ از بدتر شود
ایام مصیبت میں صبر کر کیونکہ برے دن ہمیشہ نہیں رہتے۔
اے صبور باش خور غم کہ عاقبت ایں شام صبح گرو دایں شب سحر شود
برے لوگوں کی صحبت انسان کو خراب کرتی ہے۔
زاہد از کوچہ رنداں بسلامت بگذر کہ خرابت نمکند صحبت بدنامے چند
عقل و دانش کی بات جاہلوں کو نہیں بتانا چاہئے۔
پیر میخانہ چہ خوش گفت بدردی کش خویش کہ لگو حال دل سوختہ باخامے چند!
تکلیف اٹھائے بغیر راحت نہیں ملتی۔
مکن زعفر شکایت کہ در طریق ادب براحتے نہ رسید آنکہ زحمتے نہ کشید
ناجنس کی صحبت سے پرہیز لازم ہے۔
نخست موعظ پیرے فردش ایں است کہ از مصاحب ناجنس احتراز کنید
قابلیت اوصاف ذاتی پر مبنی ہے کوئی شخص قابل لوگوں کا بہروپ بھر لینے سے قابل نہیں ہو سکتا۔
نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند نہ ہر کہ آئینہ ساز و سکندری داند!
نہ ہر کہ طرف کلمہ کج نہاد و تند نشست کلاھداری و آئین سروری داند
ہزار نکتہ باریک ترز مواجہاست نہ ہر کہ سر نہ تراشد قلندری داند
ریاکاری شریفانہ شیوہ نہیں۔ سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا۔“
ورسما آں سر خرقد برانداز و برقص ورنہ در گوشہ نشیں دلق ریاد برگیر
کینہ و رلوگوں کو راز دل نہیں بتانا چاہئے۔
حکایت شب ہجراں بدشمنان مکنید کہ نیست سینہ ارباب کینہ محرم راز
گر فتار مصیبت ہو کر صبر و تحمل کا رشتہ چھوڑنا نہ چاہئے کیونکہ یہ عقل مندی کے خلاف ہے۔
اے دل اندر بند زلفش در پریشانی منال مرغ زیرک چو بدام افند تحمل بیدش
واقف راز ہونے کے باوجود کسی شخص کے عیوب منظر عام پر نہ لائے جائیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

احوال شیخ وقاضی و شرب الیہود ساں
کردم سوال صبحدم از پیرمے فروش
گفتانہ گفتنی است سخن گرچہ محرمی
در کش زبان و پردہ نگہدارو مے بنوش
تجھے پرانی پیڑ میں پڑنے سے کچھ نہیں مل سکتا ہر شخص اپنے مقصد کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔
رموزِ مملکت خوشی خسرواں دانند
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخردش

دنیا کے لئے غم کھانا فضول ہے۔

گوش کن پندائے پسر از بہر دنیا غم مخور
گفتت روشن حدیثے گر توانی دار گوش
یہ امر پایہ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ دنیا اور کار دنیا فانی ہے۔

جہاں و کار جہاں جملہ بیچ در ہیچست
ہزار بار من ایں کلمتہ کردہ ام تحقیق
غم و شادی اگر گزشتنی ہیں تو بہتر یہی ہے کہ ہر وقت دل کو خوش رکھا جائے۔
حافظا چوں غم و شادی جہاں در گذر است
بہتر آنست کہ من خاطر خود خوش دارم
میں اپنے کمزور بازوؤں کی وجہ سے خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ان میں مردم آزاری کے لئے زور نہیں۔
من از بازوئے خود دارم بے شکر
کہ زور مردم آزاری نہ دارم!!
دوستوں کے ظلم کا شکوہ دشمنوں سے نہیں کرنا چاہئے۔

آشنایان رہ عشق گرم خوں بخورند
کافر مگر بشکایت بر بیگانہ روم!
اس مضمون کو اساتذہ اردو نے بھی غلو آمیز رنگینی کے ساتھ پیش کیا ہے چنانچہ

شکوہ اک بت کا ہے محشر میں خدا کے سامنے

آشنا کا ہے گلہ نا آشنا کے سامنے! (ناخ)

ہم نہیں وہ کہ کریں خون کا دعویٰ تجھ پر

بلکہ پوچھے گا خدا بھی تو تکر جائیں گے (ذوق)

ذوق کے شعر کی امتیازی خوبیاں حافظ و ناخ کے شعروں پر غیر جانبدارانہ نظر ڈالنے سے معلوم ہوتی ہیں۔ جان سے ہاتھ دھولینا آسان ہے لیکن
ولی دوستوں سے قطع تعلق مشکل ہے۔

از جہاں طمع بریدن آساں بود ولیکن
از دوستان جانی مشکل تو اں بریدن
راز پوشی ذریعہ نجات ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بہ پیر میکدہ گفتم کہ چہست راہِ نجات؟
بخواست جامِ مے و گفت راز پوشیدن
جن لوگوں کے اقوال میں اعمال کی روشنی نہیں ان کی باتوں سے پرہیز لازم ہے۔
عناں بمیکدہ خواہیم تاختِ زیں مجلس! کہ وعظِ بے عملماں واجب ست نشنیدن
بوڑھوں کی نصیحت بختِ جوان سے بھی اچھی ہے۔

جو اناسر متاب از پند پیراں کہ رائے پیر از بختِ جواں بہ
زمانہ کی آنکھیں نہیں کہ وہ علم و جہل کے حسن و قبح پر نظر ڈال سکے۔
جہل من و علم تو فلکِ راجہ تفاوت آنجا کہ بصر نیست چہ خوبی و چہ زشتی
انسان کا رشتہ اختیار دستِ قدرت میں ہے۔
در دائرہ قسمتِ مانقہ پر کاریم لطف آنچہ تواندیشی حکم آنچہ تو فرمائی
دوستِ کیمیائے سعادت ہے۔

در بلخ درد کہ تا ایں زماں نہ دانستم کہ کیمیائے سعادت رفیق بود رفیق
طریقِ عشق میں خود بینی و خود آرائی کفر ہے۔

فکرِ خود و رائے خود در عالمِ رندی نیست
کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

یہ ہیں وہ جواہر ریزے جن کی لمعائیں محفلِ فکر و عقل میں شمعِ بصیرت جلا رہی ہیں۔ لیکن دلِ داداںِ تصوف ان نصیحت آمیز شعروں میں دستِ فکر ڈال کر الہیات کے رموز و اسرار نکالنے کی فکر میں تھے۔

اے خدا بخش دے ہم گنہگار ہیں

خواجہ عبدالمنان رازؒ

اے خدا بخش دے ہم گنہگار ہیں

تیری رحمت کے ہر دم طلب گار ہیں

اے خدا بخش دے ہم گنہگار ہیں!

ہم کہیں کے رہے نہ تجھے چھوڑ کر،

ساری دنیا کی نظروں میں ہم خوار ہیں

اے خدا بخش دے ہم گنہگار ہیں!

تیرے احکام سے تیرے اسلام سے

مختلف اپنے کردار و اطوار ہیں

اے خدا بخش دے ہم گنہگار ہیں!

دور تھا جب کہ قدموں میں دنیا تھی اک

دور ہے اب کہ ہم سب نگوں سار ہیں

اے خدا بخش دے ہم گنہگار ہیں!

مے کے نشے میں حاکم نے کلمہ پڑھا

سن کے ہم چپ رہے، م خطا کار ہیں

اے خدا بخش دے ہم گنہگار ہیں!

تیرا قرآن سر رہ جلا یا گیا

ہم یقیناً سزا ہی کے حقدار ہیں

اے خدا بخش دے ہم گنہگار ہیں!

ولولے حوصلے اب فسانہ ہوئے

چلتی تلوار تھے ٹوٹی تلوار ہیں

اے خدا بخش دے ہم گنہگار ہیں!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اتحاد و یقیں کی متاع لٹ گئی
ٹھوس دیوار تھے گرتی دیوار ہیں
اے خدا بخش دے ہم گنہگار ہیں!
بے بسی، خستہ حالی، شکستہ دلی،
اپنے اعمال کے سب یہ اثمار ہیں
اے خدا بخش دے ہم گنہگار ہیں!
تجھ سے کٹ کر پریشاں پشیمان ہیں ہم
تیرے رستے سے ہٹ کر ہوئے خوار ہیں
اے خدا بخش دے ہم گنہگار ہیں!
سر جھکا کر کہو، گڑ گڑا کر کہو!!
ہم گنہگار ہیں، ہم خطا کار ہیں،
اے خدا بخش دے ہم گنہگار ہیں!
اے خدا بخش دے ہم گنہگار ہیں!

سماع۔ امام نابلسی کا نقطہ نظر

مولانا عزیز زبیدی واربرٹن

نوٹ: اس موضوع پر صحیح نقطہ نظر بادل لائل پیش کرنے کے لئے ہم عنقریب ایک تفصیلی مضمون ہدیہ قارئین کریں گے۔ انشاء اللہ (ادارہ) سماع سے مراد گانے باجے سنانا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ علمائے احناف میں حضرت امام عبد الغنی نابلسی (ف ۱۱۴۲ھ) کا نقطہ یہ ہے کہ مشروط طور پر جائز ہے، ورنہ ناجائز۔ انہوں نے اس موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی ہے اس کا نام ”ایضاح الدلالات فی سماع الآلات۔“ اس میں انہوں نے ”سماع“ کے مختلف پہلوؤں سے بحث کی ہے جو خاصی دل چسپ اور طویل ہے۔ آخر میں اس کا حاصل پیش کیا ہے، یہاں پر ہم اس حصہ کی تلخیص آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ اس تلخیص کا بھی حاصل یہ ہے کہ ”نہ نومن تیل ہو گا، نہ رادھانا پے گی۔“ نہ وہ شرائط پوری ہوں نہ کوئی سنے۔ تاہم ”حمایت سماع“ سے عوام کچھ غلط ہی تاثر لیتے ہیں۔ جیسا کہ آپ ان کے تعامل کا مشاہد فرما رہے ہیں۔ حالانکہ سماع کے مضمرات کا تقاضا تھا کہ سد باب کے طور پر اس کی حوصلہ افزائی سے اجتناب کیا جاتا۔

ناجائز ہونے کی شرائط:

اگر گانوں اور باجوں میں مندرجہ ذیل امور پائے جائیں تو پھر وہ ناجائز ہوں گے۔ شراب کا دور چلتا ہو، زنا، لواطت اور اس کے محرکات اور دوائی موجود ہوں، جیسے خواہش بد کے ساتھ غیر عورت کا بوس و کنار۔ اگر واقعہً تو وہ مجلس ان فواحش سے خالی ہو، لیکن قلب و نگاہ میں انہی محرمات کی ہلچل ہو کہ سنتے ہی کچھ اسی قسم کے جذبات کو انگیزت ہوتی ہو اور دل چاہنے لگے کہ کاش! یہ سبھی کچھ یہاں موجود ہوتا۔ ان حالات میں یہ بالکل حرام ہے، کیونکہ قصد و نیت کے فتور سے ”وقوع فی المحرمات“ کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔ جب کسی شے سے ”تصورات اور خیالات“ مکرر ہو جاتے ہیں تو وہ شے حرام ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہ بھی حرام ہیں۔ باقی رہا یہ تجسس کہ باطن کو کوئی کس حد تک اس میں ملوث ہے تو گو اس زمانہ میں اکثریت ایسے ہی نااہلوں کی ہے تاہم ظن و تخمین اور غور و تدبر کے ذریعے علمائے حق اس قسم کی کرید، تجسس اور فتویٰ صادر کرنے کے مکلف نہیں ہیں۔ یہ کام دراصل حکام وقت کا ہے۔ کیونکہ وہ خلق خدا کی اصلاح حال کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور قانوناً گرفت کرنا ہی ان کے لئے ممکن ہوتا ہے۔ اس کی اصل عبارت یہ ہے:

فان اقترنت هذه الآلات وهذا السماع المذکور بأفواعه بالخمر او الزنی او اللواط او دواعی ذلیک من اللبس بشهوة والتقبیل او النظر بشهوة لغير الزوجة والامة او لم یکن شی من ذلک فی المجلس بل کان فی المقصد والنية الشهوات المحرمة بان تصور فی نفسه شیئاً من ذلک واستحسن ان یکون الوجود فی المجلس فهذه السماع حرام حیث ان علی کل من سمعه بعینه فی حقہ هو فی نفسه باعتبار قصده وفیته لانه داع فی حقہالی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الوقوع في المحرمات الموجودة في المجلس والمقصودة التي تصورها في نفسه واستحسنها ان تكون في ذلك المجلس وكل ما يدعو الى الحرام فهو حرام واذا كان هذا المعنى هو الغالب الكثير في اهل هذا الزمان فلا نحكم به نحن في كل احد بالفراسة والتخمين وننسب الفسق بسبب ذلك الى امة محمد ﷺ ما لم تكن المحرمات المذكورة ظاهرة في ذلك المجلس من غير احتمال ولا تاويل فكل نفس له على نفسه بصيرة وكل احد مكلف بحفظ نفسه من المحرمات المهلكة في الاخرة كما هو مكلف بحفظ نفسه من الامور المهلكة في الدنيا ولا يجوز التجسس عن عورات المسلمين كما قدمناه الاحكام السياسية فقط دون حكام الشرع وبقيّة الناس لان حكام السياسة هم المأمورون بسياسة الخلق وتاديبهم على كل حال ولهم في هذا من الاحكام ما ليس بغيرهم

مباح صورتیں:

ان کا سننا اس وقت جائز ہے جب مجلس اور قلب و دماغ ان امور سے خالی اور پاک ہوں۔ وہ مجلس جو شراب زنا، لواطت، غیر عورت سے بوس و کنار سے خالی ہو۔ سننے والے کا قصد و ارادہ مستحسن اور پاکیزہ ہو۔ باطن صاف ستھرا ہو۔ اس میں ناپاک خواہشات کا جہوم نہ ہو، دل کو کنٹرول میں رکھ سکے، جن خیالات، تصورات اور واردات کو اللہ نے حرام کیا ہے۔ اس کو ان سے بچا سکے۔ اگر خیالات آئیں بھی تو فوری طور پر دل کو ان سے پاک کر سکے۔ جو داغ دھبے ابھرنے لگیں انہیں دھو سکے اور ان کے بار بار کے سماع سے ان کا آئینہ دل مکدر نہ ہونے پائے اور ان کے اثرات بد کے قبول کرنے سے فکر و نظر کا تحفظ کر سکے۔ پھر اس کے لئے سماع جائز ہے۔

واما المباح من ذلك فهو اذا كان المجلس خاليا من الخمر والزنى واللواطه والبس بشهوة والتقبيل والنظر بشهوة لغير الزوجه والامه وكان لذلك السامع قصد حسن و نيته صالحة وباطن نظيف طاهر من الهجوم على الشهوات المحرمة كشهوة الزنى او اللواط او شرب الخمر او شئ من المسكرات او البخدرات وكان قادرا على ضبط قلبه وحفظ خاطره من ان يخطر فيه شئ مما حرمه الله تعالى عليه واذا خطر يقدر على دفعه من قلبه وغسل خاطره منه في الحال ولا يضره تكرار وقوع ذلك في القلب بعد ان يكون مراقبا للامتناع من قبوله فانه يجوز له ان يسمع هذا السماع المذكور حينئذ بانواعه كلها ولا يجرم عليه شئ من ذلك

ہمارے نزدیک سماع مع الآلات کا درجہ ”تفریق مباح“ کا درجہ ہے اور وہ بھی عوام کے لئے، خواص کے لئے نہیں، ہاں حسن آواز کے ساتھ صرف منظوم مگر بے ضرر کلام کا سننا خواص کے لئے بھی جائز ہے۔ لیکن مع الآلات؟ حاشا وکلا۔ یہ عامی قسم کے لوگوں کا شعار ہے۔ سنجیدہ اور خواص کا نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

علامہ نابلسی نے اور کئی ایک صوفیاء اور علماء کی طرح یہ کہہ کر بڑا ظلم کیا ہے کہ:
”یہ اہل معرفت کے لئے مستحب، موجب ثواب اور روحانیت کے سلسلہ میں ایک مفید شے بھی ہے۔“

**فیصیر السماع البذکور حینئذ فی حقہ مستحباً، مندوباً الیہ یتاب علیہ لاستفادته منه الحقائق الالہیة
والمعارف الربانیة وفہمہ بہ المعانی التوحیدیة والاشارات الریانیة**

ہمارے نزدیک گانوں اور باجوں کو روحانیت کے باب میں مفید اور ترقی درجات کا موجب تصور کرنا غیر مسلم اقوام کا مذہبی احساس اور گمراہ کن عقیدہ ہے۔ ملت حنیفیہ کا نہیں ہے۔ یہ گرجوں، مندروں، اور گردواروں کی توجان ہیں مگر خانہ خدا، مساجد اور مقامات مقدسہ کو ان سے کبھی بھی ملوث نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی کسی با خدا بندے اور اللہ والے نے خانہ خدا کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے۔ شروع میں یہ مسئلہ درپیش آیا کہ نماز کے لئے اعلان کرنے کی کیا صورت ہو۔ خواب میں ناقوس وغیرہ دکھا کر اذان سکھائی گئی۔ کیونکہ ان حالات اور ان کے ساتھ سماع غناء کو روحانیت کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔ اگر ہے تو صرف اتنی کہ یہ ”غارت گر روحانیت“ ہے۔ قوم یہود اور قوم ہنود جیسی اقوام کے رسومات عبادت کا حصہ ہیں۔ مسلم کا نہیں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

غم

جناب عبدالرحمن عاجز

اس نظم میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ ہر شعر میں لفظ ”غم“ ضرور آئے۔

آکھ پُرم ہے غمِ فرقت سے دل رنجور ہے	داستانِ غم سنانے پر زباں مجبور ہے
جب کوئی ساتھی نہیں ہوتا تو غم دیتا ہے ساتھ	غم حقیقت میں رفیق ہر دلِ مجبور ہے
غم نہ کر کوئی نہیں تیرا یہاں گر غم گسار	یہ جہانِ غم ہے، غم سے یہ جہاں معمور ہے
اس جہانِ غم میں مثلِ لالہ بخونیں کفن	دل مراہنتے ہوئے بھی کس قدر رنجور ہے
ایک جاں ہے جو ہزاروں غم سے ہے آتشِ بجاں	ایک دل ہے سینکڑوں فکروں میں جو محصور ہے
دوستو! ہم کس لئے سعیِ نجاتِ غم کریں	غم سے جب لذت کشِ راحت و دلِ مجبور ہے
ہو غمِ دورِ فلک، یا ہو غمِ جوِ حبیب	عاشقِ جانباز تو ہر حال میں مسرور ہے
غم نہ کراے کشتہ دار و رسن کچھ غم نہ کر!	سرخِ رودادِ غم خونِ دلِ منصور ہے
بحرِ غم میں ڈوب کر ہم پر یہ روشن ہو گیا	ظلمتِ یاسِ و الم میں غم چراغِ طور ہے
فکر و حسرت، یاس و حرماں، سوز و غم، رنج و ملال	اس شرابِ ناب سے ہر جامِ دلِ معمور ہے
ہے مالِ راحتِ دنیا، غم و رنج و ملال	اور غمِ عقیقے میں عیشِ جاوداں مستور ہے
آخرت کا غم، غمِ دنیا کا ہے کامل علاج	آیتِ حق ہے یہ جو قرآن میں مذکور ہے
کیا نہیں عاجز تھے کچھ بھی غمِ روزِ حساب	
چند روزہ زندگی پر کس قدر مغرور ہے	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

محمد مارمیڈیوک پکتھال قرآن مجید کا پہلا نو مسلم انگریز مترجم جناب اختر اہی ایم۔ اے۔ (سیاسیات، تاریخ)

قرآن مجید کا پہلا انگریزی ترجمہ ۱۶۴۸ء سے ۱۶۸۸ء کے درمیانی عرصہ میں شائع ہوا۔ یہ ترجمہ، لاطینی ترجمے سے کیا گیا تھا۔ دوسرا ترجمہ جارج سیل کے قلم سے ۱۷۳۴ء میں اشاعت پذیر ہوا اور ڈیڑھ صدی تک اسی ترجمے سے انگریز دنیا قرآن مجید کی تعلیمات سے آگاہ ہوتی رہی۔ جارج سیل نے عیسائی نقطہ نگاہ سے قرآن مجید کے مفہوم میں تبدیلی کرنے کے لئے بیضادی اور کشاف کے حوالوں سے من مانے حواشی لکھے۔ ڈیڑھ صدی کے طویل عرصے میں انگریزی زبان کے اسالیب بیان میں اس قدر تبدیلیاں واقع ہوئیں کہ ترجمہ فرسودہ ہو گیا۔ ۱۸۶۱ء میں کیمبرج یونیورسٹی کے استاد جے۔ ایم راڈویل نے سلیس اور با محاورہ ترجمہ کیا۔ زبان و بیان میں اصلاح کی اور ایک دوسری جدت یہ برتی کہ قرآن کریم کی سورتوں کو نزولی ترتیب سے ترجمہ کیا۔ یعنی آغاز سورہ علق اور اختتام سورہ مائدہ پر کیا۔ بعد ازاں جرمن مستشرق میکس موسر اور پادری وہیری کے تراجم و تفاسیر شائع ہوئیں۔ یہ تراجم انگریز مشنریوں نے اپنے مخصوص مقاصد کے پیش نظر کیے تھے اور ان میں معنوی قطع و برید بھی موجود تھی۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی مسلمان اہل علم قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ کرتا۔ اس کا شدید احساس غلام ہندوستان کے مسلمانوں کو ہوا۔ انہوں نے پے در پے انفرادی طور پر کئی ترجمے کیے۔ بعض شائع نہ ہو سکے۔ بعض نامکمل رہے اور چند ایک زیور طبع سے آراستہ ہو کر اہل نظر کے ہاتھوں کی زینت بنے۔ تاہم ان ترجموں میں وہ زور بیان، سلاست اور روانی پیدا ہونا ناممکن تھی جو اہل زبان کی خصوصیت ہے۔ آخر الہ تعالیٰ نے یہ سعادت ایک نو مسلم انگریز مارمیڈیوک پکتھال کو بخشی جس نے پہلے اسلام قبول کیا اور پھر سالہا سال کے غور و تعق، تدبر و تفکر اور جگر کاوی کے بعد قرآن مجید کا ترجمہ نہایت پاکیزہ زبان میں کیا۔ آج یہ ترجمہ دنیا بھر میں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ مغربی دنیا میں اسے بے پناہ مقبولیت حاصل ہے۔ صرف امریکہ میں لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکا ہے۔

مارمیڈیوک پکتھال نے ترجمہ قرآن کے دیباچے میں لکھا ہے:

”اس ترجمہ کا مقصد انگریزی خواں طبقے کے سامنے یہ بات پیش کرنا ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان قرآن کے الفاظ سے کیا مفہوم لیتے ہیں اور قرآن کی ماہیت کو موزوں الفاظ میں سمجھنا اور انگریزی بولنے والے مسلمانوں کی ضرورت کو پورا کرنا ہے۔ معقولیت کے ساتھ یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ کسی الہامی کتاب کو ایک ایسا شخص عمدگی سے پیش نہیں کر سکتا جو اس کے الہامات اور پیغام پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ یہ پہلا انگریزی ترجمہ ہے جو ایک ایسے انگریز نے کیا ہے جو مسلمان ہے۔ بعض تراجم میں ایسی تفسیریں کی گئی ہیں جو مسلمانوں کے لئے دل آزار ہیں اور تقریباً سب میں زبان کا ایسا انداز بیان اختیار کیا گیا ہے جسے مسلمان غیر موزوں سمجھتے ہیں۔ قرآن کا ترجمہ ناممکن ہے۔ یہ قدیم شیوخ کا اور میرا عقیدہ ہے۔ میں نے اس کتاب کو علمی انداز میں پیش کیا ہے اور اس کے لئے کوشش کی گئی ہے کہ موزوں زبان استعمال کی جائے۔ لیکن یہ ترجمہ قرآن مجید نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو بے مثل و بے عدیل ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس میں اتنی ہم آہنگی ہے کہ لوگ اسے سنتے ہی رونے لگتے ہیں اور وجد میں آجاتے ہیں۔ یہ تو قرآن کے مفہوم کو انگریزی زبان میں پیش کرنے کی محض ایک کوشش ہے اور اس کے سحر کی قدرے عکاسی۔ یہ عربی قرآن کی جگہ نہیں لے سکتا۔ نہ میرا یہ مقصد ہے۔ الخ“
نو مسلم فاضلہ مریم جیلہ اس ترجمے کے بارے میں رقم طراز ہیں:

”مجھے اس کے مقابلے میں کوئی ترجمہ نہیں مل سکا۔ کسی ترجمے میں وہ فصاحت و بلاغت اور انداز بیان نہیں جو اس میں موجود ہے۔ بہت سے دوسرے تراجم میں ”اللہ“ کے لئے گاڈ (God) کا لفظ استعمال کرنے کی غلطی کی گئی ہے لیکن پکتھال نے ہر جگہ ”اللہ“ ہی استعمال کیا ہے۔ اس سے اسلام کے پیغام میں مغرب کے قاری کے لئے بڑا تاثر پیدا ہوتا ہے۔“

مولانا عبد الماجد دریا آبادی پکتھال کے زبان و بیان کے بارے میں لکھتے ہیں:
”پکتھال اپنی زبان کا ادب اور اہل قلم تھا۔ اس کی زبان کی خوبی و شگفتگی کا کیا کہنا۔ اصلی قرآن کی جاذبیت زبان و بیان ایک حد تک ترجمہ میں منتقل ہو آئی ہے۔“

ایک دوست مسٹر ڈولنگ فلسطین چلا گیا۔ اس وقت فلسطین سلطنت عثمانیہ میں شامل تھا۔ ڈولنگ فلسطین میں انگریزی سفارت خانے میں ملازم تھا۔ مارمیڈیوک سیر و سیاحت کی غرض سے اپنے دوست کے پاس فلسطین چلا گیا اور یہی سفر اسے اتھاہ تاریکیوں سے نور کی طرف لے آیا اور ڈیوک کی زندگی بدل گئی۔

مارمیڈیوک کئی سال تک فلسطین، شام، مصر اور عراق میں گھومتا رہا اور آخر میں ترکی چلا گیا۔ اس سیاحت میں مارمیڈیوک نے عربی ”اور ترکی زبانوں میں اتنی مہارت پیدا کر لی کہ ان زبانوں میں اپنا مافی الضمیر احسن طریقے سے ادا کر لیتا تھا اور ان زبانوں کے اعلیٰ لٹریچر کا مطالعہ کر سکتا تھا۔ عربی زبان اور انداز معاشرت سے اس قدر متاثر ہوا کہ انگریزی لباس چھوڑ کر عربی قبا و عمامہ استعمال کرنے لگا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب خلافت عثمانیہ میں اندرونی خلفشار پیدا ہو چکا تھا اور استعماری طاقتیں سلطنت عثمانیہ کی قوت توڑنا چاہتی تھیں۔ جنگ طرابلس اور جنگ بلقان میں خلافت عثمانیہ کو شکستیں ہو رہی تھیں۔ مارمیڈیوک کا خیال تھا کہ عیسائی طاقتیں مسلمانوں سے صلیبی جنگوں کا بدلہ لینا چاہتی تھیں اور مذہبی تعصب کی بناء پر خلافت عثمانیہ کو شکستیں ہو رہی تھیں۔ مارمیڈیوک کا خیال تھا کہ عیسائی طاقتیں مسلمانوں سے صلیبی جنگوں کا بدلہ لینا چاہتی تھیں اور مذہبی تعصب کی بناء پر خلافت عثمانیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتی تھیں۔ مارمیڈیوک کے تمام اہم ترک لیڈروں سے دوستانہ مراسم تھے۔

۱۹۱۲ء میں مارمیڈیوک انگلستان واپس چلا گیا اور ایٹکو عثمانیہ سوسائٹی قائم کی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ ترکوں کے حق میں رائے عامہ ہموار کی جائے اور ترکوں کے ساتھ کیے جانے والے مظالم انسانی ضمیر کے سامنے پیش کئے جائیں۔ مگر استعماری طاقتوں کا ”ضمیر“ سویا ہوا تھا لہذا اس کی کوششیں بے اثر ثابت ہوئیں۔ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اول چھڑ گئی اور انگریز کھل کر ترکی کے خلاف ہو گئے اور خلافت عثمانیہ کو تباہ کرنے کے لئے میدان جنگ میں اتر آئے۔

عرب ملکوں کی سیاحت کے دوران اس کے بعد مارمیڈیوک اسلام کا مطالعہ کرتا رہا۔ جب ”اسلام“ کی صداقت پوری طرح اس پر آشکار ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گئی تو دسمبر ۱۹۱۴ء میں اس نے لندن میں قبول اسلام کا اعلان کر دیا اور مارمیڈیوک پکتھال سے ”محمد مارمیڈیوک پکتھال“ بن گئے۔ پکتھال کہا کرتا تھا کہ:

”اس کی زندگی کا پُر امن اور عافیت بخش دور حلقہ اسلام میں داخل ہونے سے شروع ہوا۔“

۱۹۱۷ء میں پکتھال کی ملاقات لندن میں خواجہ کمال الدین سے ہوئی۔ خواجہ کمال الدین نے شاہجہان مسجد دوکنگ میں اسلامی مشن قائم کر رکھا تھا۔ اور جب خواجہ صاحب ۱۹۲۰ء میں ہندوستان چلے آئے تو ان کی غیر حاضری میں شاہجہان مسجد کی خطابت کی ذمہ داریاں پکتھال نے ادا کیں اور اسلامی مشن کے آرگن ”اسلامک ریویو“ (Islamic Review) کی ادارت بھی کرتے رہے۔

۱۹۲۰ء میں پکتھال کو ہندوستان کے مشہور قوم پرست اخبار ”بہمنی کرائیکل“ کی ادارت پیش کی گئی، اور انہوں نے یہ پیشکش قبول کر لی۔ دراصل ”بہمنی کرائیکل“ کے انتظامی معاملات میں سوبانی خاندان کو اثر و رسوخ حاصل تھا۔ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی کے اس خاندان سے دیرینہ مراسم تھے۔ چنانچہ ان حضرات کے توسط سے ”بہمنی کرائیکل“ کی ادارت کا قمرہ فالح مارمیڈیوک پکتھال کے سر پر ڈالا۔

۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت شروع ہوئی اور ساتھ ہی تحریک ترک موالات چل پڑی۔ اس پر آشوب اور ہنگامہ خیز دور میں مارمیڈیوک پکتھال نے قوم پرست طبقے کی خوب نمائندگی کی۔ پُر زور ادارے لکھے۔ زور قلم سے اپنا موقف اعلیٰ طبقے میں منوایا۔ پکتھال نے خود بدیشی کپڑے پہننا ترک کر دیئے تھے اور کھدر پوش بن گئے تھے۔

۱۹۲۴ء میں مارمیڈیوک پکتھال کو اعلیٰ حضرت نظام دکن نے محکمہ تعلیم میں ملازمت پیش کی اور وہ چادر گھاٹ سکول کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ اس زمانے میں ڈاکٹر یوسف حسین خان نے ان سے ملاقات کی۔ وہ لکھتے ہیں:

”وہ انگریزی کے اعلیٰ درجے کے ادب اور عربی زبان سے بخوبی واقف تھے۔ پکتھال بڑے پکے اور راست باز مسلمان تھے۔ اسلام کے متعلق جب بھی ان سے گفتگو ہوئی تو انہوں نے ہمیشہ اس کی اخلاقی برتری کو نمایاں کیا۔ اسلامی تعلیم میں جس چیز نے انہیں سب سے زیادہ گرویدہ کیا وہ اس کا علمی اور اخلاقی پہلو ہے۔“

ایک دفعہ کہتے تھے کہ انسانی مساوات اور عالمگیر اخوت کے اصول اسی کے مظاہر ہیں، جو آج بھی اتنے ہی قابل قدر ہیں جتنے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے تھے۔ ان کی بدولت اسلام کا پیغام سدا بہار ہے۔ ابھی اس کی اثر آفرینی ختم نہیں ہوئی ہے۔“

چادر گھاٹ سکول کے فرائض منصبی کے ساتھ ساتھ انہوں نے بلند پایہ سہ ماہی علمی رسالہ ”اسلامک کلچر“ (Islamic Culture) جاری کیا۔ نظام حیدر آباد دکن کی سرپرستی میں مارمیڈیوک پکتھال نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ شروع کیا جب ترجمہ مکمل ہو گیا تو سرکار نظام کی طرف سے ان کو دو سال کی رخصت عطا کی گئی کہ مصر جا کر جامعہ ازہر کے علماء سے مشورہ کریں تاکہ ترجمہ میں ہر ممکن اصلاح ہو سکے۔ بالآخر ۱۹۳۰ء میں یہ ترجمہ زیور طبع سے آراستہ ہوا۔

۱۹۳۵ء میں مارمیڈیوک کو سرکار نظام نے پنشن دی تو وہ ہندوستان سے واپس وطن چلے گئے۔ انگلستان میں انہوں نے تبلیغ اسلام کا کام جاری رکھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تقریریں کرتے اور کتابیں لکھتے رہے۔ مارمیڈیوک پکٹھال نے ترجمہ قرآن کے علاوہ دس بارہ اعلیٰ درجہ کے ناول بھی لکھے۔ ۱۹/ مئی ۱۹۳۶ء کو حرکتِ قلب بند ہونے سے انتقال کیا۔

خدا پر کامل اعتقاد رکھیے۔ علماء کرام کے خلاف سازش

انتخاب

خدا پر کامل اعتقاد رکھیے۔ علماء کرام کے خلاف سازش

خواجہ عبدالمنان رازائیم۔ اے۔

خدا پر کامل اعتقاد رکھیے:

”تاریخ ان لوگوں کے بارے میں فیصلہ کرے گی جن کی ریشہ دانیوں اور سازشوں کے نتیجے میں برصغیر میں بد امنی اور انتشار پھیلا۔ ہزاروں لوگوں کو طرح طرح کے مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور انہیں اپنے گھر بار، اپنی املاک، غرض کہ ہر چیز کو خیر باد کہنا پڑا۔ نہتے عوام کو جس منظم طریق سے قتل کیا جا رہا ہے اسے دیکھ کر ہلاک اور چنگیز کی روحیں بھی شرمناک ہیں۔ ہم ایک سوچی سمجھی اور منظم سازش کا شکار ہوئے ہیں اور اس سازش کو تیار کرتے وقت دیانت داری، جرأت و بہادری اور احترام کے ابتدائی اصولوں کو بھی نظر انداز کر دیا گیا۔ ہم خدا کے حضور سر بسجود ہیں کہ اس نے ہمیں مصائب کا مقابلہ کرنے کی ہمت عطا فرمائی۔ اگر ہم قرآن پاک کو رہنما بنائیں تو یقین کیجئے کہ آخری فتح ہماری ہی ہوگی۔ اپنا حوصلہ بلند رکھیے۔ موت سے خوف زدہ نہ ہوں۔ ہمارے مذہب نے ہمیں بتایا ہے کہ ہم سفر آخرت کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ ہمیں حوصلے اور جرأت کے ساتھ موت کا سامنا کرنا چاہئے تاکہ پاکستان اور اسلام کے ناموس کی حفاظت کی جاسکے۔ مسلمان کے لئے شہادت سے بڑھ کر کوئی رتبہ نہیں۔ اپنا فرض انجام دیجئے اور خدا پر کامل اعتقاد رکھیے۔ دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کا وجود ختم نہیں کر سکتی۔ پاکستان ہمیشہ قائم رہے گا۔“ بانی پاکستان محمد علی جناح ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء

علماء کرام کے خلاف سازش:

۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد جب انگریزوں نے ہندوستان پر اپنے حاکمانہ قبضہ کی گرفت مضبوط کرنی چاہی تو انہیں یہ محسوس ہوا کہ مسلمان کٹر قسم کے مذہبی لوگ ہیں اور اپنے مذہبی تعصب کی بنا پر انگریزوں کی ہر ایک چیز سے نفرت شدید کرتے ہیں اور اسی مذہبی جوش کے باعث ان میں جذبہ جہاد بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ انگریز ہندوستان کو فتح کر چکے تھے لیکن وہ جانتے تھے کہ مسلمان کا جذبہ جہاد ایک شیر کی طرح ہے کہ جب تک وہ اپنی کچھار میں پڑا سوتا رہتا ہے کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا۔ لیکن جب وہ بیدار ہو جاتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت بھی اس کو خوفزدہ نہیں کر سکتی۔ یہی اندیشہ تھا جس نے انگریز کو پریشان کر رکھا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ کوئی ترکیب ایسی چلنی چاہئے کہ مسلمانوں کے دلوں میں انگریزیت کے خلاف جو جذبہ نفرت بھرا ہوا ہے وہ جاتا رہے لیکن اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ علماء کرام کا ہی وجود ہے اور یہ ایسی کچی گولیاں کھیلے ہوئے نہیں ہیں کہ آسانی سے کسی کے نفرتی یازریں دام فریب میں آسکیں۔ اس بناء پر انہوں نے چاہا کہ کسی طرح علماء کا وقار ختم کر دیا جائے اور مسلمانوں کے دل و دماغ پر انہوں نے جو تسلط جمار کھا ہے اس کی گرفت کو ڈھیلا کر دیا جائے۔“ (فہم قرآن تالیف مولانا سید احمد صاحب ص ۱۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خدا پر کامل اعتقاد رکھیے۔ علماء کرام کے خلاف سازش

اربابِ تعلیم اور اصحابِ مدارس کے لئے لمحہ فکریہ:

اربابِ بصیرت اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ہمارے ملک میں لادینی تعلیم اور مادہ پرستانہ رجحانات نے تعلیم و سیاست سے اسلام کو الگ رکھ کر جس طرح نظریہ پاکستان کو عملی شکل دینے سے پہلو تہی کی پالیسی اختیار کر رکھی تھی، اس نے پاکستان کی بنیادیں کھوکھلی کر دی ہیں اور آج نہ صرف یہ کہ ہم مشرقی پاکستان کھو بیٹھے ہیں، بلکہ پورے پاکستان میں لادین اور علیحدگی پسندانہ تحریکیں زوروں پر ہیں جس کا واحد حل ملک میں اسلامی نظام کا عملاً نفاذ اور اسلامی تعلیم کا دور دورہ ہے۔ بلاشبہ اس وقت ملک میں اگر اسلام کا کچھ نام باقی ہے تو یہ دینی مدارس کا بہین منت ہے۔ لیکن اگر دینی مدارس نے عصری تقاضوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے نصابِ تعلیم اور طریقہ تعلیم کو زمانہ حال کی ضرورتوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوششیں نہ کیں تو معاشرہ کی نگاہ میں وہ اپنی رہی سہی اہمیت بھی کھو بیٹھیں گے جس کا نتیجہ ملک و ملت کی تباہی ہو گا۔

اس وقت جبکہ ملک میں نئی تعلیمی پالیسی تیار کی جا رہی ہے اور دینی مدارس میں بھی نئے سال کی ابتدا ہے، اصحابِ مدارس اور ماہرینِ تعلیم کو دینی مدارس کو مفید تر بنانے اور ان کے روشن مستقبل کے لئے باہمی مل بیٹھنے کا انتظام کرنا چاہئے تاکہ باہمی تبادلہ خیالات سے طریقہ ہائے کار اختیار کیے جا سکیں۔ اس وقت ملک کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ علماء کی ایک کھیپ تیار کی جائے جو کتاب و سنت کی تعلیمات کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق پیش کر کے اسلام کو مکمل ضابطہ حیات کے طور پر ملک میں رائج کر سکیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تعارف و تبصرہ کتب

خواجہ عبد المنان راز

نام کتاب: فضائل ابی بکرؓ جنتی بزبان مولا علیؓ جنتی

مرتب: مولانا عبد الرشید حنیف

ناشر: مکتبہ زبیریہ جھنگ صدر

مسلمانوں کی تاریخ کا وہ انتہائی سیاہ دن تھا جب کسی کلمہ گو نے حضرت علیؓ کی (بزعم خود) عقیدت میں کھو کر حضرت ابو بکرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عمرؓ کو اپنی تنقید کا ہدف بنایا اور وہ روز بھی تاریخ اسلامی کا یقیناً تاریک ترین ہے جب کسی دوسرے کلمہ گو نے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عمرؓ کی محبت میں سرشار ہو کر حضرت علیؓ کی تذلیل کی کوشش کی ہوگی۔ امت محمدیہ کا یہ انداز فکر اور اختلاف اتنا کرب ناک اور المناک ہے کہ اس سلسلہ میں دونوں محاذوں سے الفاظ کے جوہر پیلے تیر چلائے گئے ہیں ان کا تصور کر کے ہی کلیجہ منہ کو آتا ہے اور سرندامت سے جھک جاتا ہے۔ ان چاروں بزرگانِ عظام (جن سے دو کو حضرت محمد ﷺ کا سرور اور دو کو آپ ﷺ کا داماد ہونے کا شرف حاصل ہے) کو ایسی ایسی غلیظ گالیاں دی گئیں اور ان پر ایسے ایسے بہتان و الزامات تراشے گئے کہ حیرانگی ہوتی ہے کہ یہ سب کچھ سن پڑھ کر ہمارے دماغ کی رگیں کیوں نہیں پھٹ گئیں۔

یارانِ نبی ﷺ کا مقام اتنا اعلیٰ اور ارفع ہے کہ خود نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ:

”میں علم کا شہر ہوں، ابو بکرؓ اس شہر کی بنیاد ہیں، عمرؓ اس کی دیوار ہیں، عثمانؓ اس کی چھت ہیں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔“

کاش صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذات بابرکات پر مشق ستم کرنے والے اس پہلو پر غور فرمائیں کہ وہ کس شہر کی بنیاد یا دیوار یا چھت یا دروازہ کو برا بھلا کہہ رہے ہیں اور اس برا بھلا کہنے کی زبردہ راست کہاں پڑتی ہے؟ (العیاذ باللہ) لیکن کیا کیا جائے کہ یہ مسئلہ اب ایک باقاعدہ اسلامی موضوع بن چکا ہے اور اس موضوع پر بیسیوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ یلغار و دفاع کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ تنقید و تنقیص کا یہ مشغلہ انتہائی اذیت ناک اور ایمان سوز ہے۔ صحابہ کرامؓ کے مرتبہ اور مقام کا مسئلہ ایسا نازک مسئلہ ہے کہ ان پر تنقید و تنقیص تو کجا ان کے متعلق خوب اور خوب تر کی رائے کا اظہار بھی بے ادبی و گستاخی تک جا پہنچتا ہے۔ فلاح کی راہ تو وہی ہے جو مولانا ظفر علی خاںؒ نے اختیار کی ہے۔

ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی ﷺ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

اسی احتیاط کی راہ کو اختیار کرتے ہوئے مولانا عبد الرشید حنیف نے اڑتالیس ۳۸ صفحہ کا ایک کتابچہ بعنوان ”فضائل ابی بکرؓ جنتی بزبان مولا علیؓ جنتی“ مرتب کیا ہے۔ یہ کتابچہ اپنی طرز کا انوکھا اور قابل قدر حیثیت کا حامل ہے۔ حضرت علیؓ کے والد شیدائے اس کتابچہ کے مطالعہ سے خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ خود ان کے مدوح حضرت ابو بکرؓ کے متعلق کتنی اونچی رائے رکھتے تھے اور ان کے دل و نگاہ میں ان کا کتنا احترام تھا۔ اس کتابچہ کی افادیت سے انکار نہیں لیکن مؤلف نے ترتیب میں محنت سے کام نہیں لیا۔ جس کی وجہ سے ایک قاری مطالعہ کے دوران ربط و ضبط کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خلا محسوس کرتا ہے۔ قیمت ایک روپیہ ہے۔ اسے مکتبہ زبیریہ جھنگ صدر کے علاوہ ادارہ اسلامیہ چیچہ وطنی ضلع ساہیوال اور ادارہ نشر علوم اسلامی سمن آباد جھنگ صدر سے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ